

مروان بن الحکم کی صحابیت

مرتب۔ مولانا مجیب الرحمن صاحب مہتمم و مدرس دارالعلوم اسلامیہ ماہرہ تحصیل پروا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

المکتبۃ العلمیۃ الاشرافیۃ۔ ماہرہ تحصیل پروا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

وٹسپ پر مضمون حاصل کرنے کیلئے رابطہ نمبر۔

0342.6624427

محمد عرفار وق ڈیوی۔ مدرس دارالعلوم الاسلامیہ

مروان بن حکم اور اُس کے کارنامے:

بسم الله الرحمن الرحيم :

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امام بعد:

جناب محترم حضرت قاضی طاہر علی صاحب : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے کتاب لکھی ہے ”سیدنا امیر مروان بن حکم رضی اللہ عنہ شخصیت اور کردار“ کتاب میں بہت سی اچھی باتیں اور واقعی قابل اصلاح باتیں بھی لکھی ہیں، جن سے متعلق یا اختلاف کی گنجائش نہیں، یا فی الحال ہمیں تحقیق نہیں ہے، تو جن کی تحقیق نہیں اُن سے متعلق تو ہم بلا تحقیق کوئی بات نہیں کرتے، لیکن آپ سے یہ شکوہ ہے کہ آپ کا قلم اکابرین کے خلاف سخت انداز سے چلا ہے مثلاً لکھتے ہیں

”حضرت مروان کے متعلق ایک رائے تو وہ ہے جس کا اظہار تیرہ چودہ سو سال کے بعد شاہ عبدالعزیز، حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند، اور علامہ انور شاہ کاشمیری نے محض تعصب کی بنیاد پر کیا ہے“ (سیدنا مروان بن حکم صفحہ ۴۵۸)

”نا سمجھو بے وقوف مؤرخین وادباء اپنے فہم و ظرف کے مطابق سیدنا مروان کے خلاف باتیں گھڑتے رہتے ہیں“ (ص ۵۶۰)

”حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے حضرت مروان کے ساتھ تعصب کی بناء ---- آٹھ سو سال بعد ایسی توجیہ و تنبیہ جاری کی جس کا حق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی حاصل نہ تھا۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ حافظ صاحب کی تعصب و عناد پر مبنی یہ توجیہ و تنبیہ اُن کے کسی ہم فکر و ہم عقیدہ اور ہم خیال ہی کو پسند آ سکتی تھی“ (ص ۵۳۰)

”دونوں بزرگ (مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا سلیم اللہ خان) حق اور انصاف کا خون کرتے ہوئے --- کلی طور پر سبائی پروپیگنڈے سے بری طرح متاثر ہو گئے تھے“ (ص ۴۹۲) وغیرہ،

ممکن ہے کہ اس سختی کی یہ توجیہ ہو کہ جو غلط سمجھا اُس کے ازالے کے لئے جواباً سختی آئی، لیکن بہر حال تعصب وغیرہ جیسے حالات بھی تو دراصل دل سے تعلق رکھتے ہیں اور علیم بذات الصدور اللہ تعالیٰ ہے، اس لئے اکابر کے متعلق ایسے جملے بھی مناسب نہ تھے، اس لئے اگر اچھی تحقیق پیش کرنے کے ساتھ دل آزار کلموں سے بھی پرہیز کیا جاتا تو درست تحقیقات سے غلط سوچ کا مؤثر علاج کیا جاسکتا تھا، مگر دل آزار انداز زیادہ سختی پیدا کرتا ہے، یہ انداز آپ صاحب کا تقریباً ہر تحریر میں ہے، بہر حال ہم جتنی تحقیق کر سکے اُس کے مطابق

(۱) مروان بن حکم صحابی نہیں ہے، اُس کی صحابیت نہ تو سند صحیح سے ثابت ہے نہ ضعیف سے، صحابیت کے ثبوت کے لئے جو اصول ہیں ان میں سے ایک اصول سے بھی اُس کو صحابی ثابت نہیں کیا گیا نہ کیا جاسکتا ہے،

(۲) یہ بات درست معلوم ہوئی کہ حضور ﷺ نے حضرت حکم کو جلاوطن نہیں کیا، نہ حضرت حکم کے کردار سے متعلق روایات صحیح ثابت ہیں،

(۳) مروان کے متعلق تعریفی کلمات صحیح ثابت نہیں ہیں،

(۴) مروان بن حکم مغرب خلیفہ و حکمران تھا، اُس کے مقابلے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح تھی،

(۵) مروان بن حکم حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے،

(۶) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں حجرہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا میں تدفین کی وصیت کی تھی، مگر مروان بن حکم وغیرہ وہاں تدفین سے رکاوٹ بنے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا،

(۱) مروان بن حکم کی صحابیت کی بحث:

مروان بن حکم سے متعلق آپ نے متعدد بحثوں کو چھیڑ کر مروان بن حکم پر ہونے والے بہت سے طعن دور کر کے اُس کی ذات کی صفائی دینے کی کوشش کی ہے، آپ کی بحث کی بنیاد اس پر ہے کہ مروان بن حکم صحابی ابن صحابی ہے لہذا اُس کا دفاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع کا حصہ ہے اور اُس پر طعن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر مروان بن حکم واقعی صحابی ہو تو اُس پر طعن و تشنیع اسی طرح درست نہ ہوگی جس طرح کسی بھی صحابی پر طعن و تشنیع درست نہیں ہے، مگر مسئلہ یہ ہے کہ اُس کی صحابیت کسی صحیح ثبوت سے ثابت نہیں ہے، آپ کے نظریہ کے خلاف کوئی حدیث ہو تو اگر وہ صحیح حدیث بھی ہو تو بھی اُس کو ضعیف بنانے کے لئے ادھر ادھر سے کمزور دلائل لاتے اور کسی بھی بزرگ کے بے دلیل قول کو حجت بناتے ہیں، اور اگر کوئی عبارت یا روایت آپ کے نظریہ کے مطابق ہو چاہے کتنے درجے کی کمزور ہی ہو آپ اُس کو ضعف سے صرف نظر کر کے اپنی

دلیل بناتے ہیں، مروان بن حکم کی صحابیت کے ثبوت میں بھی کچھ ایسا ہی حال معلوم ہوتا ہے،

مروان بن حکم کی صحابیت کا مدار:

مروان کی صحابیت کے ثبوت کے لئے جن باتوں کو بحث میں لائے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ مروان کی ولادت کب ہوئی؟ اور حضور ﷺ کی وفات کے وقت مروان کی عمر کتنی تھی؟

اس بارے میں کافی حوالے دینے کے بعد آپ لکھتے ہیں

”مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے وقت سیدنا مروان کی عمر کے متعلق قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا، کیوں کہ اُن کی سن ولادت کے حوالے سے کتب تاریخ میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، البتہ ثقہ سنی و شیعہ مؤرخین و ارباب سیر اور دیگر ناقدین و معاندین کی آراء کی روشنی میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت کے دو سال بعد والے قول پر اکثر حضرات کا اتفاق معلوم ہوتا ہے، جس کی رو سے نبی اکرم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال یا نو سال ثابت ہوتی ہے (سیدنا مروان بن الحکم صفحہ ۵۷)

واقعی کئی محدثین و مؤرخین صرف ایک قول پر اکتفاء کرنے والے ہیں، یعنی وہ حضرات ان متعدد اقوال سن ولادت میں سے ایک کو ترجیح دینے والے ہیں یعنی ہجرت کے دو سال بعد ولادت ہوئی، اور حضور ﷺ کی وفات کے وقت آٹھ سال کی عمر کے تھے،

الھدایۃ والارشاد فی معرفۃ اہل اللہ والدہ ج ۲ صفحہ ۱۵، مولف ابو نصر احمد بن محمد بخاری کلاباذی م ۳۹۸ھ، الطبقات الکبریٰ ۲۶/۵ امام محمد بن سعد بن منیع ہاشمی م ۲۳۰ھ، مرآۃ الزمان لسلطان ابن الجوزی (م ۵۸۱ھ) ۳۵۱/۸، المعارف صفحہ ۳۵۳، مولف عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) البدء والتاریخ ۱۹/۶ مولف مطہر بن طاهر المقدسی (م ۳۵۵ھ) تاریخ الاسلام للذہبی ۲۲/۵، وغیرہ،

اس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بچپن میں حضور ﷺ کا زمانہ پایا ہے، مگر مسئلہ یہ ہے کہ صحابیت کا دار و مدار تو اس پر نہیں ہے کہ مروان کی ولادت حضور ﷺ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ہوئی ہو، اور اُس نے حضور ﷺ کے زمانہ کے آٹھ سال پائے ہوں، حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ اور ابو مسلم خولانی اور ابو عثمان النہدی وغیرہم رحمہم اللہ نے بھی تو حضور ﷺ کا کافی زمانہ پایا ہے مگر کوئی ان حضرات کو صحابی نہیں کہتا، کیوں کہ صرف حضور ﷺ کا زمانہ پانے سے کوئی صحابی نہیں بنتا، صحابی کی تعریف منطبق ہونے سے ہی کوئی صحابی بن سکتا ہے، تو مروان پر صحابیت کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟

صحابی کی تعریف:

آٹھویں صدی کے بزرگ گذرے ہیں علامہ صلاح الدین ابوسعید خلیل بن یکلدی بن عبداللہ دمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۱ھ) انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے ”تحقیق منیف الرتبة لمن ثبت له شریف الصحبة“ اس میں انہوں نے کسی ذات کے صحابی ہونے کے متعلق کافی بحث فرمائی ہے، اس کا خلاصہ عرض کیا جاتا ہے،

جس بات کے پائے جانے سے صحبت ثابت ہو کر ایسے شخص پر صحابی کا اطلاق درست ہوتا ہے، اس بارے میں کئی مذاہب ہیں

اول: جمہور محدثین کے نزدیک صحابی ہر وہ مسلمان ہے جس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اگرچہ ایک لحظہ کی ہو اور آپ ﷺ سے متعلق کچھ سمجھا چاہے کم یا زیادہ (امام احمد بن حنبل، الکفایۃ، امام بخاری، فتح الباری، امام ابوداؤد، سنن، شیخ ابوعمر و بن الصلاح، مقدمہ ابن الصلاح، ابن الحاجب، المختصر،)

دوم: حضور ﷺ کو دیکھنے کے ساتھ آپ ﷺ کے ساتھ صحبت حاصل کی ہو (یعنی کچھ وقت بیٹھا بھی ہو) چاہے ایک گھڑی بھی ساتھ بیٹھا ہو (آمدی، الاحکام،)

سوم: جس نے دیکھا اور طویل صحبت حاصل کی ہو (ابوالمظفر سمعانی، ضعیف قول)

چہارم: طویل صحبت بھی حاصل کی ہو اور آپ ﷺ سے علم بھی حاصل کیا ہو (عمر بن یحییٰ) یہ قول مرجوح ہے،

پنجم: حضور ﷺ کے ساتھ ایک یا دو سال رہا ہو اور ایک یا دو غزوہ میں شریک ہوا ہو (سعید بن المسیب) یہ قول بھی مرجوح ہے (اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے صحیح ثابت نہیں،

مرتب،)

ششم: قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ابن عبدالبر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ صحابی ہونا اور صحابیت کی فضیلت ہر اُس کو حاصل ہوگی جس نے حضور ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ کی زندگی میں اسلام لایا، یا پیدا ہوا اگرچہ حضور ﷺ کو نہیں دیکھا چاہے یہ شرف آپ ﷺ کی وفات سے ایک گھڑی پہلے حاصل ہوا ہو،

لیکن (علامہ خلیل فرماتے ہیں) قاضی عیاض کی اس نقل میں اشکال ہے اس لئے کہ ابن عبدالبر نے ایسی کوئی تصریح نہیں کی ہے، اور قاضی عیاض نے اُن کے ذمہ یہ قول اس لئے لگایا کہ ابن عبدالبر نے حضور ﷺ کے دور میں پیدا ہونے والوں کو بھی (چاہے زیارت حاصل نہ ہوئی ہو) صحابہ میں داخل کیا ہے، مگر یہ نقل درست نہیں ہے اس لئے کہ ابن عبدالبر نے خود تصریح کی ہے کہ انہوں نے احنف بن قیس اور صنابجی اور صحابہ کی اولاد کو (جب کہ وہ بہت چھوٹے تھے محض) اس لئے صحابہ میں ذکر کیا ہے تاکہ اُن کے تذکرے سے وہ بہتر دور مکمل کر لیں جس کے خیر ہونے کا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے، یعنی اُن کو صحابہ میں اس لئے ذکر نہیں کیا کہ وہ حضرات صحابہ میں سے ہیں (الاستیعاب ۲۴۱، مرتب)

فقد صرح ابن عبدالبر بانه انما دخل مثل الاحنف بن قيس والصنابحي واولاد الصحابة الذين ولدوا في حياته ﷺ ولا يثبت لاحد منهم رواية لموته ﷺ وهم صغار جدا ليستكمل بذكرهم القرن الذي اشار اليه النبي ﷺ بانه خير القرون يعني لالانهم من الصحابة (تحقيق منيف الرتبة لمن ثبت له شريف الصحبة صفحة ۳۵)

آپ (قاضی صاحب) نے لکھا ہے

”حافظ ابن عبدالبر نے تو حضرت احنف بن قیس کو محض نبی کریم ﷺ کا زمانہ پانے کی وجہ سے صحابی تسلیم کر لیا ہے حالانکہ انہوں نے کبھی نہ نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور نہ ہی نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا ہے،

قد ادرك النبي ﷺ ولم يره ودعاه النبي عليه الصلاة والسلام فمن هناك ذكرنا في الصحابة لانه اسلم على عهد النبي ﷺ (الاستيعاب مع

الاصابة الجزء الاول ص ۱۲۶)

(سیدنا مروان بن الحکم صفحہ ۶۵)

حالانکہ امام عبدالبر نے اُن کو صحابی تسلیم نہیں کیا محض صحابہ میں ذکر کیا ہے، اور صحابہ میں ذکر کرنے کا معنی صحابی مان لینا نہیں ہے، کیوں کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ایسے کئی حضرات کو استیعاب میں ذکر بھی کیا اور اُن کو صحابی نہیں تسلیم کیا مثلاً

ربيعه بن عبد الله بن الهدير التميمي قرشي كواستيعاب میں ذکر کیا اور فرمایا کہ حضور ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے

وهو معدود في التابعين لكن تابعين میں شمار ہوتے ہیں (الاستيعاب رقم ۷۶۱)

ابو ادريس خولاني رحمه الله کا بھی ذکر کیا جو غزوہ حنین والے سال پیدا ہوئے مگر فرمایا

يعد في كبار التابعين بڑے تابعین میں اُن کا شمار ہوتا ہے (الاستيعاب رقم ۲۸۳۳)

ابو مرواح الغفاري کو بھی ذکر کیا اور وہ حضور ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے مگر فرمایا

وهو من كبار التابعين وہ بڑے تابعین میں سے ہیں (الاستيعاب رقم ۳۱۶۶)

ابو مسلم خولاني رحمه الله کو بھی استیعاب میں ذکر کیا اور فرمایا کہ اُس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا ہے اور حضور ﷺ کی وفات سے پہلے اسلام قبول کیا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہیں کی

فهو معدود في التابعين تو وہ تابعین میں شمار ہوتے ہیں (الاستيعاب رقم ۳۱۷۵)

ابو عثمان النهدي کا بھی صحابہ میں ذکر کیا اور فرمایا کہ اُس نے حضور ﷺ کی خدمت میں (بالواسطہ) صدقات کی ادائیگی کی ہے لیکن آپ ﷺ کی زیارت نہیں کی تو

وهو معدود في كبار التابعين وہ بڑے تابعین میں شمار ہوتے ہیں (الاستيعاب رقم ۳۰۸۴)

عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہڈی رحمہ اللہ کا بھی ذکر کیا مگر فرمایا

هو تابعي من كبار التابعين یہ تابعی ہیں بڑے تابعین میں سے ہیں (الاستيعاب رقم ۱۶۰۳)

ابو عمرو الشيباني سعد بن ایاس کو بھی صحابہ میں ذکر کیا مگر فرمایا حضور ﷺ (کے زمانہ) کو پایا ہے اور آپ ﷺ پر (اسی وقت) ایمان بھی لایا لیکن دیکھا نہیں اس لئے

معدود في التابعين تابعین میں شمار ہوتا ہے (الاستيعاب رقم ۳۱۰۵)

ایسے ہی جبیر بن نفیر حضرمی (الاستيعاب رقم ۳۱۴) حبیب السلمی (رقم ۴۷۷) سعید بن عیاض الثمالی (رقم ۹۵۱) الصنائع بن الاعمر الحمسی (رقم ۱۲۴۵) عبد الرحمن بن عبد القاری (رقم

۱۴۳۳) ابوتیمہ طریف بن مجالد (رقم ۲۸۸۰) رحمہم اللہ کو بھی استیعاب میں صحابہ کے ساتھ ذکر کیا اور فرمایا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر یہ بھی فرمایا کہ یہ سب تابعی ہیں

مگر آپ کی زبان و قلم کو کون روکے اگر آپ جناب فرمادیں کہ یہ سب صحابی ہیں اور ابن عبد البر اور ابن حجر عسقلانی نے ان کی صحابیت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے،

اور مروان بن الحکم کو بھی صحابہ میں ذکر کیا مگر اُن کو صحابی نہیں مانتے، لیکن آپ کہتے ہیں کہ جی مروان کو بھی صحابی مان لیا چنانچہ لکھتے ہیں

جہاں تک حضرت مروان پر صحابی کی تعریف کے اطلاق کا تعلق ہے تو حافظ ابن عبد البر (م ۶۱۳ھ) نے الاستیعاب فی معرفة الاصحاب (الجزء الثالث ص ۲۵ تا ۲۹

۳۲۹) میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے الاصابة فی تمییز الصحابة (الجزء الثالث ص ۷۷ تا ۷۸) میں القسم الثاني کے تحت لاکر اُن کی

صحابیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے (سیدنا مروان بن الحکم ص ۶۶)

حالاں کہ یہ دونوں حضرات اُن کو صحابی نہیں مانتے، محض حضور ﷺ کے دور میں پیدا ہونے کی وجہ سے اُن کو صحابہ کرام کے تذکرے پر مشتمل کتاب میں ذکر کر دیا، اس ذکر کا یہ معنی

نہیں کہ وہ ان کو صحابی مانتے ہیں جیسا کہ علامہ خلیل بن کیلکدی رحمہ اللہ فرما رہے ہیں، اس کی مزید تفصیل آگے ذکر ہوگی،

ان سب اقوال میں قدر مشترک یہ ہے کہ کم از کم صحابیت کے لئے رویت (حضور ﷺ کا دیدار) شرط ہے،

علامہ خلیل بن کیلکدی رحمہ اللہ کافی بحث کے بعد فرماتے ہیں

جن پر صحابی کا اطلاق کیا جاتا ہے وہ کئی اعتبارات سے کیا جاتا ہے،

اول: وہ لوگ جن پر استعمال عرف قطعی کے اعتبار سے صحابی کا اطلاق صادق آتا ہے ایسے حضرات جمہور صحابہ مہاجرین و انصار ہیں جو حضور ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے ایسے ہی وہ

قبائل جنہوں نے حضور ﷺ کی طرف ہجرت کی اور جہاد میں شرکت کی، یہ لوگ لاریب صحابہ میں داخل ہیں،

دوم: جو ان اول مصداق بننے والے حضرات کے قریب ہیں یعنی جنہوں نے آپ ﷺ کی طرف ہجرت کی اور کچھ دن آپ ﷺ کے پاس رہے اور پھر اپنے گھروں کی طرف واپس

ہو گئے، (مثلاً وفد عبد القیس، وفد ثقیف وغیرہم، وائل بن حجر، معاویہ بن حکم سلمی، جریر بن عبد اللہ بجلي رضی اللہ عنہم) جب کہ یہ لوگ آپ ﷺ کی صحبت میں تھوڑی سی مدت یعنی چند

دن اور راتیں رہے، لیکن کچھ یا بھی کیا اور آپ سے سیکھا، اور کئی حدیثیں روایت کیں، ان لوگوں پر بھی صحابی کا اطلاق حقیقت عرفیہ ہے اگرچہ ان کی صحبت کی مدت طویل نہیں ہے،

سوم: وہ جنہوں نے معمولی سی مجلس کے ساتھ یا بیعت کے ساتھ یا کچھ دیر آپ ﷺ کے ساتھ چل کر ملاقات کی ہے اور بالغ یا تمیز والے مسلمان تھے، اور حضور ﷺ سے کچھ نہ کچھ

سمجھے ہیں مثلاً یہ کہ آپ ﷺ نے اُن کو اپنی گود میں بٹھایا یا چہرے پر منہ سے پانی ڈالا وغیرہ، ان پر اطلاق عرفی صحابیت کا تو نہیں ہوتا لیکن لغوی اطلاق ہو سکتا ہے، اور ان پر صحابیت

کا اطلاق بطور حقیقت نہیں ہے، لیکن ہر دور کے ائمہ محدثین نے ان کو صحابی کہہ کر ذکر کیا اور اُن کے واقعات مسانید صحابہ میں بیان کئے اور اُن سے حجت لی ہے، تو ان پر صحابیت کا

اطلاق حقیقت لغوی ہے، استعمال عرفی نہیں ہے، ایسے ہی لوگوں میں سے حضرت طارق بن عبد اللہ محاربہ ہیں،

چہارم: وہ لوگ جو حضور ﷺ کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوئے محض دور سے دیکھا اور آپ ﷺ سے کچھ نقل کیا یا نقل نہ کیا، جیسے ابو طفیل عامر بن وائلہ، وغیرہ جنہیں حجۃ الوداع یا غزوہ

فتح مکہ یا غزوہ حنین وغیرہ میں محض زیارت حاصل ہوئی یا کوئی اپنے باپ کے ساتھ تھے اور والد نے اُن کو دور سے حضور ﷺ کی زیارت کرا دی، ان حضرات پر لغوی اعتبار سے بھی

صحابیت کا اطلاق نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ استعمال عرفی کے اعتبار سے اطلاق ہو سکے، مگر پھر جو ان پر صحابیت کا حکم لگایا گیا تو بس اُس شرف کی وجہ سے کہ انہیں حضور ﷺ کی زیارت

ہو گئی، اور یہ بتانے کے لئے کہ یہ حضرات اُس خیر قرن (بہتر زمانے) میں داخل ہیں جس کو آپ ﷺ نے اپنی امت کے سب زمانوں سے بہتر زمانہ فرمایا، تو یہ اطلاق محض مجازی

طور پر ہے نہ کہ حقیقی طور پر،

الرابع من لم یجتمع به ﷺ أصلاً وانما راه من بعيد وحكى شيئاً من افعاله ولم يحك شيئاً مثل ابى الطفيل عامر بن وائلة وغيره ممن ليس له الا

مجرد الروية اما في حجة الوداع او غزوة الفتح او غزوة حنين وغير ذلك او كان مع ابيه فاراه النبي ﷺ من بعد، فلا ريب في ان الاطلاق اللغوي

منتف عن هؤلاء قطعاً فضلاً عن الاستعمال العرفي، وانما اعطى هؤلاء حكم الصحبة لشرف ما حصل لهم من الروية له ﷺ ولد دخولهم في القرن

الذي اثبت رسول الله ﷺ انه خير القرون من امته فكان ذالك على وجه التوسع المجازي لا بالحقيقة والله اعلم (تحقيق منيف الرتبة صفحہ

۴۱)

مزید فرماتے ہیں

ان مراتب کے بعد اُن لوگوں کو جنہوں نے آپ ﷺ کا زمانہ تو پایا لیکن آپ ﷺ کو بالکل نہیں دیکھا ایسوں کو محض اس لئے صحابہ کرام میں شامل کرنا کہ وہ حضور ﷺ کے دور میں

اسلام لائے مثلاً اخف بن قیس، ابو عبد اللہ صناعی اور ان جیسے، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اُن پر صحابیت کا اطلاق بہت ہی دور ہے، کیوں کہ نہ صحبت حاصل ہوئی نہ زیارت کا شرف

ایسے ہی صحابہ کرام کی وہ اولاد جو حضور ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے اور حضور ﷺ کی وفات کے وقت ایک سال یا ایسی ہی عمر تھی ان پر بھی کسی طرح صحابیت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔
حقیقت کے اعتبار سے نہ بطور مجاز (تحقیق منیف الرتبة لمن ثبت له شریف الصحبة)

نہ تو مروان کا حضور ﷺ کو دیکھنا صحیح ثابت ہے نہ ہی آپ ﷺ کا کوئی فرمان سننا صحیح ثابت ہے، مروان کی صحابیت ثابت نہیں ہے، مروان کا نہ حضور ﷺ سے سماع صحیح ثابت ہے نہ اس کے لئے صحابیت ثابت ہے،

لہٰذا اب تو انہوں نے مروان کی صحابیت پر مہر تکذیب ثبت فرمادی ہے، اب آپ کیسے کہہ سکیں گے کہ انہوں نے مروان کی صحابیت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے؟ اصل بات یہ سمجھ آتی ہے کہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ امکان و احتمال کی بناء پر یا غلبہ ظن کی بناء پر اُن کو القسم الثانی کے تحت لائے ہیں کہ ممکن ہے کہ ان کو حضور ﷺ کی زیارت حاصل ہوئی ہو، اور محض امکان اور احتمال سے کسی بات کا وقوع تو ثابت نہیں ہوتا بلکہ امکان میں وقوع اور عدم وقوع دونوں پہلو برابر ہوتے ہیں، تو اس سے اُس کی صحابیت ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ اسی القسم الثانی کے تحت قیس بن ابی حازم حمسی کا ذکر بھی کیا ہے جس پر جناب عالی حدیث کلاب حوآب کے مضمون میں بے حد جرح کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، محض اس لئے القسم الثانی کے تحت ذکر کیا کہ ایک روایت (ابن مندہ کی) اُس کی روایت ثابت کرتی ہے اگرچہ اُس روایت کی سند خود ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق میں ثابت نہیں رہی ہے (دیکھیں الاصابہ ترجمہ قیس) تو احتمال ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مروان کو بھی زیارت حاصل ہوئی ہو، اُسی احتمال کی بناء پر اُن کا ذکر القسم الثانی میں ہو گیا، آپ کی بیان کی ہوئی عبارت میں بھی یہ لفظ ہیں کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا

لکن لم ارم من جزم بصحبته

مجھے کوئی ایسا محدث معلوم نہیں جس نے مروان کے صحابی ہونے کو یقین سے بیان کیا ہو،

اور ایسے حضرات کو صحابہ کے ذکر میں شامل کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں

ذكر اولئك في الصحابة انما هو على سبيل الاحقاق لغلبة الظن على انه عليه السلام رآهم لتوفر دواعي اصحابه على احضارهم اولادهم عنده عند ولادتهم ليحسبهم ويسميهم ويبرك عليهم (الاصابة ۱/ ۱۵۵)

”ایسے لوگوں کا صحابہ میں ذکر محض بطور الحاق ہے کیوں کہ غالب گمان یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو دیکھا ہوگا کیوں کہ عام طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کی پیدائش پر حضور ﷺ کے پاس حاضر کرتے تاکہ آپ ﷺ تحنیک کر دیں اور نام رکھ دیں اور اُن کے لئے برکت کی دعاء کر دیں“
یعنی اولاد صحابہ کو صحابہ میں بیان کرنا محض احتمال اور ظن کی بناء پر ہے کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ حضور ﷺ کے پاس ولادت کے وقت لائے گئے ہوں اور آپ ﷺ نے اُن کی تحنیک کی ہو اور دعاء برکت دی ہو وغیرہ،

اب یہ ثابت کرنا آپ کے ذمہ پر ہوگا کہ (۱) جناب مروان ہجرت کے دو سال بعد مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے (۲) حکم بن ابی العاص اُن کو حضور ﷺ کے پاس لائے اور آپ سے تحنیک کرائی اور مروان کا نام حضور ﷺ نے رکھا اور مروان کے لئے دعاء برکت کی، جب کہ یہ بات سچی ہے کہ مروان کی پیدائش مدینہ طیبہ میں نہیں ہوئی ہے، اُس کی جائے پیدائش سے متعلق محدثین و مؤرخین کے دو قول ہیں کہ مکہ مکرمہ میں پیدائش ہوئی، یا طائف میں پیدائش ہوئی، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء میں جائے پیدائش صرف مکہ مکرمہ بیان کی ہے، یعنی اُن کے نزدیک رائج قول اس بارے میں مکہ مکرمہ کا ہے، اور ظاہر ہے کہ سنہ ۷ھ سے سنہ ۷ھ عمرۃ القضاء کے سفر تک حضور ﷺ مکہ مکرمہ تشریف نہیں لے گئے تو اُن کی پیدائش کے وقت تحنیک اور نام رکھنا اور دعاء برکت کرنا کہاں سے ثابت کیا جاسکے گا جب کہ اُس وقت اُن کے والد بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے؟

سنہ ۷ھ عمرۃ القضاء کے سفر یا سنہ ۸ھ فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ کی خدمت میں اُن کا پیش کئے جانے اور دیدار کرنے کا ثبوت بھی آپ کے ذمہ ہوگا، عمرۃ القضاء کے سفر میں زیارت اور صحابیت ثابت نہیں ہو سکتی کیوں کہ اُس وقت تو اُن کے والد بھی غیر مسلم تھے، اگر فتح مکہ کے موقع پر والد کے اسلام لانے کے بعد واقعی ایمان کے ساتھ زیارت کرنا ثابت ہو جائے تو پھر مروان کی صحابیت ثابت ہو جائے گی محض امکان اور احتمال سے اُس کی صحابیت ہرگز ثابت نہیں کی جاسکتی، اور حجۃ الوداع میں اُن کے والد کا نام کی تصریح کے ساتھ حج پر حاضر ہونا اور اُن کے ساتھ مروان کا بھی حاضر ہونا سند صحیح سے نہ ہی ضعیف سے ثابت کر لیں تو واقعی مروان صحابی ہوگا ورنہ محض احتمال ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے، رہے حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عمر، اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم تو یقیناً آپ تسلیم کریں گے کہ نہ مروان ان کے ہم پلہ ہے نہ ان حضرات کی صحابیت کی طرح مروان کی صحابیت قطعی اور یقینی یا غلبہ ظن جتنی دلیل سے ثابت ہے، روایات حدیث بکثرت بکھری پڑی ہیں جو ان حضرات کی صحابیت کا گویا باوازا بلند اعلان کر رہی ہیں، جب کہ مروان کے متعلق ایک حدیث بھی نہیں پیش ہو سکتی جو اُس کی صحابیت کی دلیل بنے، یہ حضرات تو کہتے ہیں

سمعت رسول الله ﷺ (مسند احمد حدیث عبداللہ بن الزبیر رقم ۱۶۰۹۸) رثیت رسول الله ﷺ (رقم ۱۶۰۹۹) علمنی رسول الله ﷺ

(حدیث الحسن بن علی مسند احمد رقم ۱۷۱۸) اذکُر من رسول الله ﷺ (رقم ۱۷۲۷) علمنی جدی اوقال النبی ﷺ (حدیث الحسین مسند

احمد رقم ۱۷۳۵ (رِثِیْتُ النَّبِیِّ ﷺ) (حدیث عبد اللہ بن جعفر، مسند احمد رقم ۱۷۴۱) انہ سمع رسول اللہ ﷺ (رقم ۱۷۴۲) غدو نافع رسول اللہ ﷺ (حدیث عبد اللہ بن عمر، مسند احمد رقم ۴۴۵۸) سمعتُ رسول اللہ ﷺ یقول (رقم ۴۴۶۲) رِثِیْتُ رسول اللہ ﷺ (رقم ۴۴۶۳) مر بی یهودی وانا قائم خلف النبی ﷺ..... فنضح النبی ﷺ فی وجهی من الماء (حدیث المسور بن مخرمة مسند احمد رقم ۱۸۹۰۸) فقام النبی ﷺ فسمعته حين تشهد (رقم ۱۸۹۱۲) فسمعتُ رسول اللہ ﷺ وهو یخطب الناس فی منبره هذا وانا یومئذ محتلم (رقم ۱۸۹۱۳) سمعتُ رسول اللہ ﷺ وهو علی المنبر یقول (رقم ۱۸۹۲۶)

ان روایتوں میں یہ حضرات عبد اللہ بن زبیر، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبد اللہ بن جعفر، عبد اللہ بن عمر، اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم بتاتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یوں دیکھا، ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا، مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ سکھایا، وغیرہ مگر مروان سے کوئی ایسی روایت نہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں دیکھا، رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا، تو چاہے مروان ان حضرات کے ہم عصر ہوں مگر ان کی ہم عصری اُس کو صحابی نہیں بناتی، مروان صلح حدیبیہ کا واقعہ روایت کرتے ہیں مگر بلا شک وہ مرسل روایت ہے، بخاری کی ایک روایت میں صاف ہے کہ وہ اُس واقعہ کو صحابہ سے نقل کرتے ہیں، تو اُس سے اُن کی صحابیت ثابت نہیں ہوتی، آپ جناب جتنا زور لگالیں مروان کی ایسی کوئی صحیح بلکہ ضعیف بلکہ موضوع روایت بھی روئے زمین کی کتاب سے نہیں لاسکتے کہ اُس نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کسی حال اور مقام میں دیکھنا یا آپ ﷺ سے کچھ سننا بیان کیا ہو، تو عمر میں مروان ان حضرات مذکورین کے برابر ہو سکتا ہے مگر یہ برابری اُس کی صحابیت کی دلیل ہرگز نہیں بنتی

قاضی صاحب کی عربی دانی:

آپ نے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی ایک عبارت نقل کی ہے اور اُس کا ترجمہ بالکل غلط کیا ہے، آپ لکھتے ہیں

علامہ موصوف نے ایک دوسرے مقام پر بھی حضرت مروان کے لئے یہ لکھا ہے کہ

یقال له روية فان ثبت فلا يعرج على من تكلم فيه (هدى السارى، فتح الباری جلد ۱ ص ۴۴۳...)

کہا جاتا ہے کہ اُن کے لئے رویت ثابت ہے یعنی انہیں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے تو اُس کے بارے میں کلام واعتراض کی گنجائش نہیں (سیدنا مروان صفحہ ۶۹)

خط کشیدہ الفاظ عبارت کا غلط ترجمہ ہے، صحیح ترجمہ اس طرح ہے

کہا جاتا ہے کہ اُس کو حضور ﷺ کی زیارت حاصل ہے تو اگر یہ ثابت ہو تو جس محدث نے مروان میں کلام کیا اُس (کی کلام) پر اعتما د نہیں کیا جاسکے گا،

اس عبارت سے بھی آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوتا بلکہ آپ کے مطلب کے خلاف ہے، اس لئے کہ اول انہوں نے یُقَالُ مجہول صیغہ بولا ہے اور یہ صیغہ عام طور پر کزور قول کے لئے استعمال ہوتا ہے تو علامہ نے اس کو استعمال کر کے اشارہ کیا کہ مروان کو زیارت حاصل ہونے کا قول کمزور ہے، محسوس نہ کرنا کہ آپ کے مطلب کا یُقَالُ اور قیل کام کا ہوتا ہے لیکن مطلب کے خلاف ہو تو آپ بھی مانتے ہیں کہ یُقَالُ اور قیل پوری طرح کام کا نہیں ہوتا، چنانچہ آپ لکھتے ہیں

یُقَالُ افواه کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (سیدنا مروان صفحہ ۳۸۷) (یعنی جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، مرتب)

دوسرے فَاِنْ ثبت میں اِنْ استعمال کیا اور ان شک اور فرض و تقدیر کے موقع میں استعمال ہوتا ہے اس سے بھی اشارہ کیا کہ مروان کو زیارت حاصل ہونے کی بات مشکوک اور غیر یقینی ہے،

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب:

آپ لکھتے ہیں

جہاں تک حضرت مروان پر صحابی کی تعریف کے اطلاق کا تعلق ہے تو حافظ ابن عبد البر (م ۴۶۳ھ) نے الاستیعاب فی معرفة الاصحاب (الجزء الثالث ص ۲۵ تا ۲۹) میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) نے الاصابة فی تمییز الصحابة (الجزء الثالث ص ۷۷ تا ۷۸) میں القسم الثانی کے تحت لا کر ان کی صحابیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے (سیدنا مروان بن الحکم ص ۶۶)

جناب!

آپ کو بھی تسلیم ہوگا کہ صحابیت کی تعریف میں کم از کم زیارت ثابت ہونا لازمی بات ہے جب کہ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

ولم يره (الاستيعاب رقم ۲۳۷۰)

مروان کو حضور ﷺ کی زیارت نہیں ہوئی ہے،

وماظنه رأى رسول الله ﷺ لانه ولد بالطائف ولم يزل بها حتى ولى عثمان (التمهيد لمافى المؤطامن المعانى والاسانيد ۱/ ۹۰)

میرے خیال میں مروان نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کیوں کہ وہ طائف میں پیدا ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک طائف میں رہا ہے،

تو علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اُن کی صحابیت پر مہر تصدیق ثبت نہیں کی ہے بلکہ مہر تکذیب ثبت کی ہے،

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب:

آپ لکھتے ہیں

امام شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں

وقيل له رواية وذلك محتمل (سير اعلام النبلاء الجزء الثالث ص ۷۶ تحت كبار التابعين)

اور کہا گیا ہے کہ حضرت مروان کے لئے احتمالاً روایت ثابت ہے (سیدنا مروان صفحہ ۶۸)

اس عبارت کے ترجمہ میں بھی آپ مغالطہ دے گئے ہیں صحیح ترجمہ اس طرح ہے

اور کہا گیا کہ مروان کو زیارت حاصل ہوئی ہے اور اس کا احتمال ہے،

اس عبارت میں امام ذہبی نے قیل سے اُن کو زیارت حاصل ہونے کا قول ذکر کیا ہے، یہ کہنے والا کون ہے؟ معلوم نہیں، اور یہ اس قول کی کمزوری کی علامت ہے، (خود آپ بھی

قیل والے قول کو کمزور مانتے ہیں) اور ذہبی نے فرمایا کہ احتمال ہے یعنی مروان کو حضور ﷺ کی زیارت ہوئی ہو ممکن ہے، مگر امکان سے وقوع تو ثابت نہیں ہوتا،

پھر سوال یہ ہے کہ کیا علامہ ذہبی رحمہ اللہ وقوع مانتے ہیں یا عدم وقوع؟ اس مذکورہ عبارت میں بات مبہم چھوڑ دی گئی، صاف عبارت اور امام ذہبی کا واضح اعلان سن لیجئے،

قال البخارى لم ير النبي ﷺ قلت هو تابعي له تلك الافاعيل (المغنى فى الضعفاء ۲/ ۶۵۱)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مروان کو حضور ﷺ کی زیارت حاصل نہیں ہوئی، میں (ذہبی) کہتا ہوں (واقعی ایسا ہے) وہ (صحابی نہیں ہے) تابعی ہے اُس کے بہت سے برے

کام تھے،

قال البخارى لم ير النبي ﷺ قلت روى عن بسرة وعن عثمان وله اعمال موبقة نسأل الله السلامة رمى طلحة بسهم وفعل مافعل (ميزان

الاعتدال ۸۹/۴)

امام بخاری نے فرمایا کہ مروان نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے، میں (ذہبی) کہتا ہوں اُس نے حضرت بسرہ اور عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، اور اُس کے کئی ہلاک

کرنے والے کام تھے، ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی مانگتے ہیں، مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا (جس سے وہ شہید ہو گئے) اور وہ برے کام کئے جو کئے،

دیکھیں وہ ان عبارتوں میں فرما رہے ہیں کہ

(۱) مروان کو حضور ﷺ کی زیارت نہیں ہوئی (۲) مروان تابعی ہے (جب کہ جو مسلمان حضور ﷺ کی زیارت کر لے وہ تابعی نہیں ہوتا صحابی ہوتا ہے) (۳) مروان کی کئی ایسی

حرکتیں اور کثوت ہیں جو ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں (۴) مروان نے صحابی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مار کر شہید کر دیا،

امام ذہبی رحمہ اللہ کی یہ ساری باتیں آپ کی کتاب کے مضامین پر مہر تکذیب ثبت کر رہی ہیں،

علامہ احمد بن محمد قسطلانی رحمہ اللہ (م ۹۲۳ھ) اور علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب:

آپ لکھتے ہیں

مؤلف العبر اس علامہ عبد العزیز پرہاروی (م ۱۲۳۹ھ) شارح بخاری علامہ قسطلانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

مروان ولد فى حياة رسول الله ﷺ لم يسمع منه (الناحية عن طعن امير المؤمنين معاوية رضى الله عنه)

مروان نبی اکرم ﷺ کی حیات میں پیدا ہوئے لیکن آپ ﷺ سے کچھ سنا نہیں (سیدنا مروان بن الحکم صفحہ ۶۹)

جناب عالی!

اس سے یہ ثابت تو نہیں ہوتا کہ مروان کو حضور ﷺ کی زیارت حاصل ہوگئی، اور وہ صحابی ہیں، لیکن آپ کو براہ راست علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کی کتاب سے دکھاتے ہیں کہ مروان صحابی نہیں ہے، اور زیارت نبوی ﷺ سے مشرف نہیں ہوا، وہ فرماتے ہیں

ولدمسنة اثنين من الهجرة ولم ير النبي ﷺ (شرح القسطلاني للبخاري ٢/٢٠٢) ولا يثبت له صحبة (١٣٠/٣) ولا صحبة له (٣٣١/٣) مروان سنہ ۲ ہجری میں پیدا ہوا لیکن اُس نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے۔۔۔ اُس کی صحابیت ثابت نہیں ہے۔۔۔ اُس کو صحابیت حاصل نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ بغیر روایت کوئی صحابی نہیں بنتا، تو علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کے نزدیک مروان صحابی نہیں ہے،

علامہ ابن حسن دیاربکری رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب:

آپ لکھتے ہیں

علامہ ابن حسن دیاربکری (م ۹۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ

وكان مروان قد لحق النبي ﷺ (تاريخ خميس جلد ۲ ص ۳۰۸)

حضرت مروان نے نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہے (سیدنا مروان بن الحکم ص ۷۰)

جناب عالی!

علامہ حسین بن محمد ابن حسن (م ۹۶۶ھ) اور حضور ﷺ کے دور کے درمیان آٹھ صدیوں کا فاصلہ ہے، اس فاصلہ کو پُر کرتے ہوئے مروان کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہونے کی سند پیش فرمائیے، ابن حسن نہ صحابی ہے نہ تابعی ہے، اتنے فاصلے کے ہوتے ابن حسن دیاربکری کی گواہی کی پوزیشن کیا ہو سکتی ہے؟ صحابیت کے لئے بیان کئے ہوئے اصولوں میں سے کس اصول پر علامہ ابن حسن رحمہ اللہ کا حوالہ منطبق ہوتا ہے؟

علامہ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب:

آپ نے علامہ کمال الدین دمیری شافعی (م ۸۰۸ھ) رحمہ اللہ کا حوالہ بھی پیش کیا ہے کہ وہ حیوة الحیوان میں لکھتے ہیں

وكان قد لحق النبي ﷺ وهو صبي (حیوة الحیوان الكبرى ۱/۹۳)

مروان جب بچے تھے حضور ﷺ سے ملے تھے،

جی جناب!

اس حوالے کا جواب بھی وہی ہے، علامہ کمال الدین اور حضور ﷺ کے درمیان سات صدیوں کا فاصلہ ہے، نہ اس کی کوئی سند ہے، نہ علامہ دمیری صحابی یا تابعی ہیں، تو اس سے کون سے اصول کے تحت مروان کی صحابیت ثابت ہو رہی ہے؟

پھر علامہ کمال الدین نے کچھ اور بھی ذکر کیا ہے

وهو قاتل طلحة احد العشرة رضى الله تعالى عنهم وكان كاتب السر لعثمان رضى الله عنه ووبسببه جرى عليه ماجرى (۱/۹۴)

مروان حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کاتب السر تھا، اور اسی مروان کے سبب ہی حضرت عثمان پر وہ حالات آئے جو آئے ہیں،

جناب ان باتوں کے منکر ہیں اور ان کو صحیح ثابت نہیں مانتے، اور دمیری میں اندرونی بغض مانتے ہیں، تو ہم بھی بجا طور پر کہنے کے حقدار ہیں کہ ان باتوں کی طرح اُن کی یہ بات بھی صحیح ثابت نہیں کہ مروان کی حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی ہے، جس طرح آپ کی غیر مسلم باتوں کے لئے صحیح ثبوت چاہئے ایسے ہی حضور ﷺ سے مروان کی ملاقات کے لئے بھی باسند صحیح ثبوت چاہئے؟ مگر اتنی بڑی کتاب لکھ کر بھی وہ ثبوت آپ نہیں دے سکے اور اندازہ ہے کہ ثبوت دے بھی نہ سکیں گے ان شاء اللہ!

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب:

آپ لکھتے ہیں

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

ومروان من اقران ابن الزبير فهو قد ادرک النبي ﷺ ويمكن انه راه عام فتح مكة او عام حجة الوداع وايضا فقد يكون ابو هج مع الناس فراه

في حجة الوداع ولعله قدم الى المدينة فلا يمكن العزم بنفى رويته للنبي ﷺ (منهاج السنة، الجزء الثالث ص ۱۸۹)

حضرت مروان حضرت عبداللہ بن زبیر کے طبقے میں سے ہیں، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا ہے، یہ ممکن ہے کہ انہیں فتح مکہ کے سال یا حجۃ الوداع کے سال شرف رویت حاصل ہوا ہو۔۔۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت مروان کے والد حضرت حکم نے لوگوں کے ساتھ حج کیا تھا تو اس موقع پر حضرت مروان نے حجۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہوگا، اور شاید وہ اس دوران مدینہ طیبہ بھی گئے ہوں، پس یقین کے ساتھ ان سے نبی اکرم ﷺ کی رویت کی نفی نہیں کی جاسکتی، جب کہ صحیح بخاری میں باقاعدہ تصریح پائی جاتی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو بنی عبدالمطلب کے بچوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا تھا جن میں سے ایک بچے کو اپنے ساتھ آگے سوار کر لیا اور ایک کو پیچھے (ملاحظہ صحیح بخاری، کتاب المناسک، باب استقبال الحاج القادمین) (سیدنا مروان بن الحکم صفحہ ۶۸)

جناب نے اس عبارت کے ترجمہ میں بھی کافی غلطیاں کی ہیں اور اپنی طرف سے بطور وضاحت کچھ زائد بھی گھسیو دیا ہے، ضروری ہے کہ ہم صحیح ترجمہ پیش کریں ”اور مروان عبداللہ بن زبیر کے ہم عصر لوگوں میں سے ہیں، پس اُس نے حضور ﷺ کو (یعنی آپ کے زمانے کو) پایا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ مروان نے حضور ﷺ کو فتح مکہ والے سال یا حجۃ الوداع کے سال دیکھا ہو۔۔۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُس کے والد نے لوگوں کے ساتھ حج کیا ہوگا تو اُس نے حضور ﷺ کو حجۃ الوداع میں دیکھا ہوگا اور شاید کہ مدینہ طیبہ بھی آیا ہو، لہذا مروان کے حضور ﷺ کو دیکھنے کی نفی پر یقین نہیں ہو سکتا،

اس عبارت میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ساری باتیں محض امکان کی حد تک بیان کی ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے اور وہ بھی ممکن ہے، یوں بھی ہوا ہوگا اور یوں بھی ہوا ہوگا، تو اس سے محض امکان ثابت ہے، اور امکان میں وقوع و عدم وقوع دونوں ہو سکتے ہیں، تو مروان کی حضور ﷺ سے ملاقات اور رویت اور حضرت حکم بن ابی العاص کا حجۃ الوداع کے موقع پر حج کرنا وغیرہ وغیرہ سب امکان کی حد تک بیان ہوا ہے، نہ کہ وقوع اور تحقق کے انداز میں، یہاں خاص طور پر اس جملے پر بھی غور فرمائیں

وایضاً فقلدیکون ابوہ حج مع الناس

اُس کے والد حکم نے بھی لوگوں کے ساتھ حج کیا ہوگا

یہ نہیں فرمایا کہ حج کیا ہے، بلکہ فرمایا کہ کیا ہوگا، تو حکم کا حجۃ الوداع کے موقع میں حج پر آنا بھی غیر یقینی اور ممکن حد تک ہے (کان ابوہ حج لفظ نہیں ہیں فقہدیکون ابوہ حج لفظ نہیں ہیں) تو مروان کا اُس موقع میں حضور ﷺ کی زیارت کرنا کونسا یقینی ہوا؟

تو بات وہیں کی وہیں رہ گئی، جناب کا دعویٰ کہ ”مروان کے صحابی ہونے میں کسی ادنیٰ شک کی بھی گنجائش نہیں“ کیسے ثابت ہوا؟

فائدہ: آپ نے بخاری کتاب المناسک کا حوالہ دیا ہے، کہ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ شریف تشریف لائے بنوعبدالمطلب میں سے چھوٹے بچوں نے حضور ﷺ کا استقبال کیا، آپ ﷺ نے ایک کو آگے اور ایک کو اپنے پیچھے سوار کر لیا،

بخاری شریف میں ہی ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے دن کا ہے اور آپ ﷺ نے آگے عبداللہ بن جعفر کو اور پیچھے قثم بن العباس کو بٹھایا تھا، اس میں مروان بن حکم کا لایا جانا اور اُس کا حضور ﷺ کی زیارت کرنا کون سے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے؟ محض یہ کہہ دینا کہ

”ظاہر ہے کہ دیگر قبائل کے بچے بھی استقبال میں شریک تھے، اس موقع پر حضرت عثمان کے چچا زاد بھائی کس طرح پیچھے رہ سکتے تھے؟“ (ص ۶۸)

مروان کی صحابیت ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، کیوں کہ اس سے محض امکان ہی ثابت ہوا، وقوع تو ثابت نہیں ہوا، اور صحابیت کے لئے امکان نہیں بلکہ وقوع کا ثبوت لازمی ہے، آپ پانچ اصولوں کو سامنے رکھ کر ہی بات کیجئے،

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب:

آپ لکھتے ہیں

علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) صاف طور پر لکھتے ہیں کہ

هو صحابی عند طائفة كثيرة لانه ولد في حيات النبي ﷺ (البدایة والنہایة جلد ۸ ص ۲۵۷)

وہ (یعنی مروان) کثیر جماعت کے نزدیک صحابی ہیں، کیوں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے تھے

امام ابن کثیر نے وضاحت کر دی ہے کہ اکثر لوگوں کے نزدیک حضرت مروان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، جب کہ بعض کے نزدیک ان کی صحابیت میں اختلاف ہے، رویت میں نہیں

کیوں کہ یہ صحیح ہے کہ انہیں محبت نبوی میسر نہیں ہوئی (سیدنا مروان بن الحکم صفحہ ۷۰)

جناب نے طائفة كثيرة کا ترجمہ ”کثیر جماعت“ تو درست کیا ہے لیکن اُس کی وضاحت میں ”اکثر لوگوں کے نزدیک“ کہہ کر غلطی کی ہے، کثیر صیغہ صفت کو اکثر صیغہ اسم تفضیل

سے تبدیل کر دیا، کثیر کا مطلب یہ ہے کہ کافی لوگوں نے اُس کو صحابی بتایا، (جب کہ کافی لوگ اُس کی صحابیت نہ ماننے والے بھی ہیں، اور جن کافی لوگوں نے اُس کو صحابی بتایا اُن کی نشان دہی بھی لازمی ہے نامعلوم کون لوگ ہیں؟ اگر صحابہ یا تابعین ہیں تو صحابیت ثابت ہوگی ورنہ نہیں، اور بالکل نہیں) اور اکثر کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ تعداد اُس کو صحابی بتاتی ہے اور بہت کم تعداد ہے جو اُس کو صحابی نہیں مانتے، یہ بالکل غلط مفہوم ہے، آگے ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں ان شاء اللہ، یہ بھی آپ صاحب نے غلط ترجمانی کی ہے کہ (ابن کثیر کے نزدیک) اُس کی صحابیت میں اختلاف ہے مگر روایت (حضور ﷺ کا دیدار ہونے) میں اختلاف نہیں یعنی گویا کہ سب کا اتفاق ہے کہ اُس کو حضور ﷺ کی زیارت ہوئی ہے، یہ امام ابن کثیر کی بات نہیں ہے یہ آپ کی اپنی ترجمانی ہے جس سے امام ابن کثیر بری ہیں، سوچنے کی بات ہے کہ روایت ہی صحابیت کا مدار ہے، اگر روایت میں اتفاق ہے تو صحابیت میں اختلاف کیسے؟ اور اگر صحابیت میں اختلاف ہے تو روایت میں اتفاق کیسے؟ اب اصل بات کی طرف آتے ہیں،

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وهو صحابي عند طائفة كثيرة لانه ولد في حياة النبي ﷺ وروى عنه في حديث صلح الحديبية وفي رواية في صحيح البخاري عن مروان ومسور بن مخزومة عن جماعة من الصحابة الحديث بطوله وروى مروان عن عمرو وعثمان وكان كاتبه اى كان كاتب عثمان قال الواقدي ومحمد بن سعد انك النبي ﷺ ولم يحفظ عنه شيئا وكان عمره ثمان سنين حين توفي النبي ﷺ وذكره ابن سعد في الطبقة الاولى من التابعين وقد كان مروان من سادات قريش وفضلائها وقد كان عثمان بن عفان يكرمه ويعظمه وكان كاتب الحكم بين يديه ومن تحت راسه جرت قضية الدار وبسببه حصر عثمان بن عفان فيها الخ (البداية ٢٥٤/٨)

بکثرت جماعت کے نزدیک مروان صحابی ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوا، اور آپ ﷺ سے صلح حدیبیہ کی حدیث روایت کی ہے، (لیکن) صحیح بخاری میں کی روایت میں وہ حدیث مروان و مسور بن مخزومہ سے عن جماعة من الصحابة مروی ہے، مروان حضرت عمر و عثمان سے روایت کرتا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کاتب تھا۔۔۔ واقدی اور محمد بن سعد کہتے ہیں کہ مروان نے حضور ﷺ (کے زمانہ) کو پایا ہے لیکن حضور ﷺ سے کچھ یاد نہیں کیا، جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی مروان آٹھ سال کی عمر کا تھا، ابن سعد نے اُس کو تابعین کے طبقہ اولیٰ میں ذکر کیا ہے، اور مروان قریش کے سرداروں اور فضلاء میں سے تھا۔۔۔۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُس کی عزت اور تعظیم کرتے تھے، اور اُن کے سامنے مروان حکم لکھتا تھا، اسی کے سر کے نیچے سے گھر کا قضیہ شروع ہوا، اسی کے سبب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گھر میں محصور کیا گیا (اور شہید کر دیئے گئے)

اس عبارت میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے وہ باتیں بھی بیان کیں جن سے آپ جناب کو اختلاف ہے، مروان کی صحابیت کے بارے میں دو قول ذکر کئے، اول کثیر جماعت کا جو اُس کو صحابی بتاتے ہیں، مگر اُن کی تعین نہیں ہے کہ اُس جماعت میں کن کن کے نام آتے ہیں؟ وہ صحابہ یا تابعین ہیں تو تب ہی صحابیت ثابت ہوگی ورنہ نہیں، آپ پر ابن کثیر کی اس تحقیق کی تحقیق لازم ہے، دوسرے ابن سعد سے نقل کیا کہ وہ اُس کو تابعین کے طبقہ اولیٰ میں سے سمجھتے ہیں، لیکن اگرچہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہاں اُس کی صحابیت کے قول کا بظاہر وزن بڑھایا ہے کہ طائفہ کثیرہ کا قول بیان کیا ہے، مگر خود اپنی تحقیق اور رائے پیش نہیں کی، تو خود ابن کثیر رحمہ اللہ کی رائے کیا ہے؟ ہم نے کافی جستجو کی تو ہمارے مطالعہ میں یہ آیا کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ مروان کی صحابیت کے قائل نہیں ہیں چنانچہ ابن کثیر کی ایک کتاب ہے جامع المسانید والسنن، اُس کتاب میں مروان بن الحکم کی مسند روایات ذکر کرنے کے لئے عنوان دے کر فرماتے ہیں

ومات رسول الله ﷺ ولم يره (جامع المسانيد والسنن ٣٤٢/٤)

رسول اللہ ﷺ کی وفات تک مروان کو حضور ﷺ کی زیارت حاصل نہیں ہو سکی،

اور ظاہر ہے کہ صحابی وہی بنتا ہے جس کو ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت حاصل ہوئی ہو، تو مروان کو زیارت حاصل نہیں ہوئی تو وہ صحابی نہ بنا، لہٰذا وہ خود امام ابن کثیر بھی ابن سعد رحمہ اللہ کے قول کو لے رہے ہیں کثیر جماعت کے قول کو ترجیح نہیں دے رہے، لہٰذا وہ قول اُن کے نزدیک بھی مرجوح ہوا،

ہاں اب یہ بات ضرور سوچنے سمجھنے کی ہے کہ کیا مروان کو صحابی سمجھنے اور حضور ﷺ کی زیارت (روایت) حاصل ہونے کو تسلیم کرنے والے زیادہ ہیں یا وہ جو اس کے منکر ہیں؟

مروان کو نہ حضور ﷺ کی زیارت حاصل ہوئی نہ صحابی ہے:

اسلاف اور اخلاف اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جو کچھ مطالعہ میں آیا پیش خدمت ہے،

(1) امام ترمذی اور (2) امام بخاری رحمہما اللہ :

امام ابو زرہ احمد بن عبد الرحیم ابن العراقی (متوفی ۸۲۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قال الترمذی سألت محمدایعنی البخاری قلت له مروان بن الحکم رای النبی ﷺ؟ قال لا (تحفة التحصیل فی ذکر رواة المراسیل ۱/۲۸۷) امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) سے پوچھا کہ مروان بن حکم نے حضور ﷺ کی زیارت کی ہے؟ تو امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا اُس کو زیارت حاصل نہیں ہوئی،

ومروان لم یسمع من النبی ﷺ وهو من التابعین (سنن الترمذی ح ۳۰۳۳)

مروان نے حضور ﷺ سے کچھ نہیں سنا اور وہ تابعین میں سے ہے،

ظاہر ہے کہ تابعی وہ ہوتا ہے جس نے صحابی کی زیارت کی ہو حضور ﷺ کی زیارت نہ کی ہو، ورنہ تو وہ صحابی بنتا ہے،

وفی هذا الحديث رواية رجل من الصحابة وهو سهل بن سعد عن رجل من التابعين وهو مروان بن الحکم، لم یسمع من النبی ﷺ وهو من التابعین (الدر المنثور ۲/۶۴۰، سنن الترمذی ح ۳۰۳۳)

امام ترمذی نے ایک روایت کے تحت فرمایا کہ اس حدیث میں صحابی ہل بن سعد تابعی یعنی مروان بن حکم سے روایت کر رہا ہے، مروان کا نبی کریم ﷺ سے سماع نہیں ہے، اور وہ تابعین میں سے ہے،

یہ عبارت بھی صاف ہے کہ مروان صحابی نہیں ہے تابعی ہے،

(3) امام ابن حبان ابوحاتم رحمہ اللہ (۳۵۴ھ):

امام ابن حبان رحمہ اللہ کی کتاب میں ہے

قال ابو حاتم رضى الله عنه عائد بالله ان نحتج بخبر رواه مروان ابن الحکم وذووه في شيء من كتبنا (صحيح ابن حبان تحت حديث ۱۱۱۲) امام ابوحاتم محمد بن حبان تمیمی ہستی رحمہ اللہ مروان کی سند والی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں ہم اس بات سے اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں کہ ہم اپنی کسی کتاب میں ایسی روایت سے حجت پکڑیں جس کو مروان بن حکم اور اُس جیسے لوگ روایت کرتے ہوں،

ہم اس وقت مروان پر جرح و تعدیل کی بحث نہیں کر رہے ہیں، اس لئے مروان کی روایت حجت ہے یا نہیں؟ اس سے قطع نظر کہ امام ابن حبان کے ان الفاظ سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کے نزدیک مروان بن حکم صحابی نہیں ہے ورنہ وہ مروان کی روایت کو حجت بنانے سے پناہ نہ پکڑتے، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق تو سب اہل سنت کا نظریہ ہے کہ وہ عادل ہیں، تو عادل اور صحابی کی روایت کی حجیت سے پناہ کا کیا معنی؟ بہر حال ثابت ہوا کہ مروان اُن کے نزدیک صحابی نہیں ہے،

(4) امام محمد بن احمد تمیمی افریقی رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن احمد بن تمیم تمیمی افریقی (۳۳۳ھ) رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے ”طبقات علماء افريقية“ اس میں عنوان دیتے ہیں

تسمية من دخل افريقية من جلة التابعين “بڑے تابعین کے نام جو افریقہ میں داخل ہوئے،

اس عنوان کے تحت فرماتے ہیں

دخل افريقية من جلة التابعين معبد اخو عبدالله بن العباس..... ومروان بن الحکم (طبقات علماء افريقية ۱/۱۸)

بڑے تابعین میں سے یہ تابعین افریقہ میں داخل ہوئے، حضرت عبداللہ بن عباس کے بھائی معبد۔۔۔ مروان بن حکم۔۔۔

معلوم ہوا کہ مروان صحابی نہیں بلکہ تابعی ہے

(5) امام علی بن عمر دارقطنی رحمہ اللہ :

امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی (۳۸۵ھ) رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ”ذکر اسماء التابعين ومن بعدهم ممن صحته روايته عن الثقات

عند البخاری ومسلم“ یعنی اُن تابعین اور اُن کے بعد والے حضرات کے ناموں کا ذکر جن کی روایات ثقہ راویوں سے منقول ہوں تو امام بخاری اور مسلم کے نزدیک وہ

روایات صحیح ہوتی ہیں، اُس کتاب میں باب مروان کے عنوان کے تحت سب سے پہلے مروان بن الحکم کا ذکر کیا ہے (رقم ۱۰۸۵)

معلوم ہوا کہ امام دارقطنی کے نزدیک مروان تابعی ہے صحابی نہیں ہے،

(6) امام طبرانی رحمہ اللہ :

امام سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی (م ۳۶۰ھ) کی معاجم ثلاثہ حدیث کی مشہور کتابیں ہیں، امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایات بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر عنوان دیا ہے

”من روى عن معاوية من تابعي المدينة، مروان بن الحكم عن معاوية“

یعنی اُن روایتوں کا ذکر جو مدینہ طیبہ کے تابعی حضرات نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں، اُن میں پہلے پہل انہوں نے مروان بن الحکم کی روایتیں ذکر کیں یعنی امام طبرانی کے نزدیک بھی مروان بن حکم تابعی ہے یعنی صحابی نہیں ہے، (المعجم الکبیر ۳۱۸/۱۹، رقم ۷۲۳)

(7) امام ابن الاثیر رحمہ اللہ:

امام مبارک بن محمد بن محمد، ابن الاثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں

ولدى على عهد رسول الله ﷺ قيل سنة اثنتين من الهجرة وقيل عام الخندق.... وقيل غير ذلك ولم ير النبي ﷺ (جامع الاصول ۱۲/۸۴) مروان رسول الله ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوا، ایک قول یہ ہے کہ سنہ ۲ھ میں ایک قول میں غزوہ خندق والے سال پیدا ہوا، اور قول بھی ہیں (لیکن) اُس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے،

(8) امام نووی رحمہ اللہ:

امام سحیح بن شرف نووی شافعی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں

ولدمروان على عهد رسول الله ﷺ بمكة وقيل بالطائف سنة اثنتين من الهجرة وقال مالك ولديوم احد وقيل يوم الخندق ولم يسمع النبي ﷺ ولا راه (تهذيب الاسماء واللغات ۸۷/۲)

مروان رسول الله ﷺ کے زمانے میں مکہ یا طائف میں سنہ ۲ھ کو پیدا ہوا، امام مالک فرماتے ہیں جنگ احد والے دن اور ایک قول جنگ خندق والے دن پیدا ہوا، نہ اُس نے نبی کریم ﷺ سے کچھ سنا ہے نہ آپ ﷺ کو دیکھا ہے،

(9) علامہ سیوطی بن الجوزی :

علامہ یوسف، سیوط بن الجوزی (۶۵۴ھ) فرماتے ہیں

مروان بن الحكم بن ابي العاص بن امية بن عبدشمس ابو عبد الملك من الطبقة الاولى من التابعين من اهل الديانة (مراة الزمان في تواريخ الاعيان ۸/۳۵۱)

مروان بن الحکم مدینہ طیبہ کے تابعین کے طبقہ اولیٰ میں سے ہے،

یعنی صحابی نہیں ہے،

(10) امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب رحمہ اللہ (م ۷۴۱ھ):

علامہ محمد بن عبد الرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں

وقال صاحب المشكاة في ترجمته ولدمروان على عهد رسول الله ﷺ قيل سنة اثنتين من الهجرة وقيل عام الخندق وقيل غير ذلك فلم ير النبي ﷺ (تحفة الاحوذی ۲۵/۳)

مشکوٰۃ شریف کے مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مروان رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سنہ ۲ھ یا غزوہ خندق والے سال وغیرہ میں پیدا ہوا، اُس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے،

یعنی صحابی نہیں ہے،

(11) علامہ کرمانی محمد بن یوسف رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن یوسف بن علی کرمانی شارح بخاری (م ۸۶۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں

ومروان تابعي (الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري ۸۶/۱۷)

مروان تابعی ہے

یعنی صحابی نہیں ہے،

(12) علامہ زین الدین عبدالرحمن بن احمد ابن رجب حنبلی بغدادی رحمہ اللہ:

علامہ زین الدین عبدالرحمن ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (م ۷۹۵ھ) فرماتے ہیں

ولا يحتج بروايته (فتح الباری شرح صحيح بخاری، لابن رجب ۲۵/۷ باب القراءة في المغرب)

مروان بن حکم کی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی،

معلوم ہوا کہ ابن رجب رحمہ اللہ کے نزدیک مروان صحابی نہیں ہے، ورنہ صحابی کی روایت کے حجت ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؟

(13) علامہ ابن الملقن رحمہ اللہ:

علامہ عمر بن علی بن احمد، ابن الملقن شافعی رحمہ اللہ (م ۸۰۴ھ) فرماتے ہیں

وامامروان فلم تصح له صحبة (التوشیح لشرح الجامع الصحيح ۳۹/۱۲)

مروان کی صحابیت صحیح ثابت نہیں ہے،

(14) علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمہ اللہ:

علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمہ اللہ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں

لا تثبت له صحبة، قال ابن حبان معاذ الله ان يحتج به (مغاني الاخبار في شرح اسامي رجال معاني الآثار ۵۵۳/۳) ولد بعد الهجرة بسنتين ولم

يصح له سماع من النبي ﷺ ولا رآه (نخب الافكار ۲۵/۱۲) وامامروان فلم تصح له صحبة (عمدة القاری ۳۷/۱۰) مروان تابعی (عمدة ۱۸۶/

۱۸۶/

ان سب عباراتوں کا حاصل یہ ہے کہ مروان سنہ ۲ھ کے بعد پیدا ہوا، نہ نبی کریم ﷺ سے اُس کا سماع صحیح ثابت ہے نہ اُس نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے، اُس کی صحابیت صحیح ثابت

نہیں، تابعی ہے، ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ مروان کی روایت سے حجت لی جائے،

(15) علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد کورانی حنفی رحمہ اللہ (م ۸۹۳ھ)

علامہ احمد کورانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

مروان هو ابن الحكم ولد في زمن رسول الله ﷺ وليس له صحبة (الكوثر الجاری الى رياض احاديث البخاری ۱۸۷/۵)

مروان بن حکم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوا لیکن اُس کو صحابیت حاصل نہیں ہے،

(16) علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ:

علامہ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں

مروان وهو تابعي.. كذا قال البخاري والترمذي فجزمابان مروان تابعي وقال البخاري لم ير النبي ﷺ..... لانه وان ولد في عهده ﷺ عام

احداو الخندق فان اباه نفاه ﷺ الى الطائف فلم يجيء منها الا في خلافة عثمان فلم يحصل لمروان روية (التوشیح شرح الجامع الصحيح

۲۸۲/۶) ولد بعد الهجرة بسنتين او نحوهما ولم يحصل له روية (حسن المحاضرة في تاريخ مصر والقاهرة ۲۳۴/۱)

مروان تابعی ہے، امام بخاری و ترمذی نے یقین سے بیان کیا کہ وہ تابعی ہے، کیوں کہ اگرچہ حضور ﷺ کے دور میں پیدا ہوا جنگ احد یا جنگ خندق کے سال لیکن حضور ﷺ نے اُن

کے والد کو طائف کی طرف جلاوطن کیا اور وہ پھر وہاں سے خلافت عثمان میں ہی واپس آیا تو مروان کو زیارت حاصل نہیں ہوئی ہے،

(17) علامہ زکریا بن محمد بن احمد انصاری مصری شافعی رحمہ اللہ:

علامہ زکریا بن محمد بن احمد انصاری مصری شافعی رحمہ اللہ (م ۹۲۶ھ) فرماتے ہیں

(مروان بن الحكم) لم يصح له سماع من النبي ﷺ ولا صحبة (منحة القاری بشرح صحيح البخاری ۲۴۲/۶)

مروان بن حکم کا نہ تو حضور ﷺ سے سماع صحیح ثابت ہے، نہ اُس کی صحابیت ثابت ہے،

(18) علامہ ملا علی بن سلطان قاری رحمہ اللہ:

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں

ولذعلی عہد رسول اللہ ﷺ ولم یر النبی ﷺ (مقات ۶/۲۶۴) ولم یصح له سماع ولا رویۃ (شرح الشفا ۱/۲۲۸) مروان حضور ﷺ کے دور میں پیدا ہوا لیکن حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے، نہ اُس کا حضور ﷺ سے کچھ سننا صحیح ثابت ہے، نہ آپ ﷺ کی زیارت کرنا صحیح ثابت ہے،

(19) علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ:

علامہ عبد الرؤف مناوی مصری رحمہ اللہ (م ۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں

ولذہمکۃ سنۃ اثنتین ولم یر النبی ﷺ (فیض القدیر تحت حدیث ۹۹۴۲) ولم یر المصطفیٰ (التیسیر شرح الجامع الصغیر ۲/۵۰۳)

مروان مکہ مکرمہ میں سنہ ۲ھ میں پیدا ہوا، اُس نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے،

(20) علامہ الحسین بن محمد بن سعید المغربی (م ۱۱۱۹ھ)

علامہ الحسین بن محمد بن سعید المغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

ومروان متکلم فیہ (البدرا التمام شرح بلوغ المرام ۲/۳۳)

مروان بن حکم میں کلام کی گئی ہے،

جب علامہ المغربی مروان میں کلام مان رہے ہیں تو یہ صاف دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک مروان صحابی نہیں ہے،

(21) علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ (م ۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں

لا یثبت له صحبۃ (شرح الزرقانی علی المؤطا ۱/۱۸۶)

مروان کے لئے صحابیت ثابت نہیں ہے،

(22) علامہ محمد بن اسماعیل بن صلاح کحلانی صنعانی رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن اسماعیل بن صلاح کحلانی صنعانی رحمہ اللہ (م ۱۱۸۲ھ) ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں

ومروان فیہ کلام لایحسن معہ حدیثہ (التنویر شرح الجامع الصغیر ۱/۷۳) اتحت حدیث (۹۲۲۶)

مروان بن حکم میں کلام ہے جس کے ہوتے اُس کی حدیث حسن نہیں ہو سکتی،

معلوم ہوا کہ علامہ صنعانی کے نزدیک مروان بن حکم صحابی نہیں ہے، ورنہ وہ مروان کے حق میں ایسی بات نہ کہتے،

(23) علامہ احمد بن عبد الرحمن ساعاتی رحمہ اللہ (م ۱۳۷۸ھ)

علامہ احمد ساعاتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

مروان ہوا بن الحکم الاموی... ولم تصح له صحبۃ (الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی ۱۰/۶۶)

مروان بن حکم اموی کے لئے صحابیت صحیح ثابت نہیں ہے،

(24) علامہ محمد عبد الرحمن بن عبد الرحیم مبارک پوری رحمہ اللہ:

اہل حدیث عالم علامہ محمد عبد الرحمن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں

لا یثبت له صحبۃ (تحفة الاحوذی ۳/۲۵)

مروان کے لئے صحابیت ثابت نہیں ہے،

(25) علامہ شرف الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ:

اہل حدیث عالم علامہ محمد شرف بن امیر شرف الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ (م ۱۳۲۹ھ) فرماتے ہیں

لایثبت له صحبة (عون المعبود ۱/۲۸۵)

مروان کے لئے صحابیت ثابت نہیں ہے،

(26) علامہ عبداللہ بن محمد عبدالسلام مبارک پوری رحمہ اللہ:

علامہ ابوالحسن عبداللہ بن محمد عبدالسلام مبارک پوری رحمہ اللہ (م ۱۴۱۴ھ) فرماتے ہیں

قال ابن شاهين مات النبي ﷺ وهو ابن ثمان سنين فيكون مولده بعد الهجرة بسنتين، يقال له روية والصحيح انه لا يثبت له صحبة جزم به جماعة

منهم البخاري، قال ابن عبد البر لم ير النبي ﷺ (مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ۶/۵)

امام ابن شاہین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت مروان کی عمر آٹھ سال تھی تو اس کی پیدائش ہجرت کے دو سال بعد ہوگی، کہا جاتا ہے کہ اُس کو روایت (حضور ﷺ کی

زیارت) حاصل ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اُس کی صحابیت ثابت نہیں ہے اس کو بالیقین بیان کیا ایک جماعت نے جن میں سے امام بخاری ہیں، امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ مروان نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے،

(27) خود مروان بن حکم کا اعتراف:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وقد ثبت عنه انه قال لم اطلب الخلافة فذكر والي ابن عمر فقال ليس ابن عمر افقه مني ولكنه اسن مني وكانت له صحبة، فهذا اعتراف منه بعدم

الصحة (عمدة القاري ۱۸/۱۸۶)

مروان سے یہ بات ثبوت کے ساتھ نقل ہے کہ جب اُس نے خلافت کا مطالبہ کیا لوگوں نے اُس کے سامنے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا (کہ وہ تم سے زیادہ اس کے اہل ہیں) تو مروان نے کہا کہ ابن عمر مجھ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والے نہیں ہیں ہاں مجھ سے زیادہ عمر والے ہیں اور اُس کو حضور ﷺ کی صحابیت حاصل ہے، مروان کا یہ قول اُس کی طرف سے اس بات کا اقرار ہے کہ اُس کو نبی کریم ﷺ کی صحابیت حاصل نہیں ہے،

اتنی تعداد میں اسلاف اُس کی صحابیت کی نفی کر رہے ہیں اور اُس کو تابعی بتا رہے ہیں، تو وہ جماعت کثیر کون ہیں جو اُس کی صحابیت کے قائل ہیں؟ ذرا آپ ہی ہمت کر کے اس کو صحابی بتانے والے حضرات کی اتنی تعداد تو پوری کر لیں جتنی تعداد ہم نے صحابیت کی نفی کرنے والوں کی پیش کر دی ہے، فقط

☆☆☆

(2) حضرت حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی:

اس بارے میں بعض روایات سامنے آئی ہیں اُن کو پیش خدمت کر کے کچھ گزارشات عرض کی جاتی ہیں،

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

لما قبض النبي ﷺ واستخلف ابو بكر قيل له في الحكم بن ابي العاص، فقال ما كنت لاحل عقدة عقدها رسول الله صلى الله عليه وسلم (المعجم

الكبير للطبراني ۳/۲۱۴ حدیث نمبر ۳۱۶۸، معرفة الصحابة لابی نعیم ح ۱۹۰۵)

جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے، اُن کو حکم بن ابی العاص کے متعلق کہا گیا (کہ اُس کو واپس آنے دیا جائے) تو فرمایا میں وہ گرہ نہیں کھولتا جو حضور ﷺ نے باندھی تھی،

مطلب یہ کہ حضور ﷺ نے اُن کو جلاوطن کیا اب میں واپس نہیں بلا سکتا،

اس روایت کے باقی سب راوی ثقہ ہیں، لیکن حماد بن عیسیٰ عیسیٰ مجہول ہے، (مجمع الزوائد نمبر ۹۲۴۵)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

قال انما كان نفى النبي ﷺ بالحكم بن ابي العاص من المدينة الى الطائف بينما النبي ﷺ في حجرته فاذا هو انسان يطلع عليه، فقال النبي ﷺ

الوزغ الوزغ، فنظر فاذا هو الحكم، فقال النبي ﷺ اخرج لاتساکنی بالمدينة مابقيت، ففناه الى الطائف (المعجم الكبير ۳/ ۱۲۸ ح ۱۲۷۲) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حکم بن ابی العاص کو مدینہ طیبہ سے طائف کی طرف اس لئے جلاوطن کیا تھا کہ حضور ﷺ اپنے حجرہ میں تھے کہ اسی دوران ایک انسان آپ ﷺ پر جھانک رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا گر گٹ ہے گر گٹ ہے، دیکھا تو وہ حکم تھا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا نکل جا، جب تک میں زندہ ہوں میرے ساتھ مدینہ طیبہ میں تو نہیں رہے گا، تو اُس کو طائف کی طرف جلاوطن کر دیا،

اس روایت کے بھی باقی سب راوی ثقہ ہیں لیکن مدرک بن سلیمان (بن عقبہ بن شیبہ) مجہول ہے (مجمع الزوائد ج ۵، ۱۲۸۰۵)

(۳) عائشہ بنت طلحہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتی ہیں

كان رسول الله ﷺ في حجرته فسمع حسافا يستكره فذهبوا فنظروا فاذا الحكم يطلع على النبي ﷺ فلعهن و مافي صلبه ونفاه (تاريخ ابن عساکر ۵۷/ ۲۷۷)

رسول اللہ ﷺ اپنے حجرے میں تھے کہ آپ ﷺ نے کھسکا ہٹ محسوس کی اور اُس کو برا منایا، تو صحابہ نے جا کر دیکھا تو حکم نبی کریم ﷺ کو جھانک رہے تھے تو آپ نے اُس پر اور اُس کی اولاد پر لعنت کی اور اُس کو جلاوطن کر دیا،

اس روایت کی سند کے راوی وہی ہیں جو نمبر ۲ روایت کے راوی ہیں ان میں مدرک بن سلمان طائی مجہول ہے،

ان کے علاوہ کوئی باسند روایت بندہ کو نہیں ملی ہے، اور یہ روایتیں مجہول راویوں کے سبب قابل اعتماد و قابل اطمینان نہیں لگتیں، خصوصاً ایک صحابی سے متعلق ایسی (مجہول راویوں کی) روایتیں قبول کرنے کو دل نہیں مانتا،

ہاں ایک صورت میں ان روایتوں کو تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ حکم بن ابی العاص کا نفاق ثابت ہو جائے، اور وہ تو بغیر وحی الہی ثابت نہیں ہو سکتا، جب کہ اس بارے میں نہ قرآن کی آیت کی صورت میں وحی مجلی موجود ہے نہ حدیث نبوی کی صورت میں وحی خفی موجود ہے، اور جب وحی سے اُس کا نفاق ثابت نہیں تو لامحالہ وہ صحابی ہیں، تو صحابی رسول سے متعلق ایسی بات کیسے قبول کر لی جائے؟ بلکہ جو کردار ان روایتوں میں حضرت حکم رضی اللہ عنہ کا بیان ہو رہا ہے اُس کا ثبوت اگر صحیح روایت سے بھی کسی صحابی سے متعلق منقول ہو تو اگر تاویل ہو سکے گی تو ٹھیک ورنہ مردود ہی ہوگا، جن اہل علم نے حضرت حکم کی جلاوطنی کا ذکر کیا ہے یا تو ان روایتوں پر اعتماد کر لیا جب کہ یہ قابل اعتماد نہیں ہیں، یا ہر بعد والے نے پہلے والے پر اعتماد کرتے ہوئے خود تحقیق کئے بغیر نقل پر نقل چلا دی، بہر حال جو بھی صورت ہوئی ہو اس جلاوطنی کا مضبوط ثبوت نہیں ہے،

لہذا اگر جلاوطنی صحیح ثابت نہ ہو تو جن حضرات نے کہا کہ مروان صحابی نہیں کیوں کہ اس نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی کہ بچے تھے جب والد کے ساتھ طائف چلے گئے تھے، یوں بات درست نہیں رہے گی، بلکہ درست یوں ہوگا کہ حضرت حکم اور مروان دونوں مکہ مکرمہ میں رہتے تھے یا طائف میں، یا ابتداء مکہ مکرمہ میں تھے بعد میں کسی وجہ سے طائف چلے گئے، اور مروان اور حضرت حکم دونوں مدینہ طیبہ کے اصل رہائشی نہیں تھے، اور حضور ﷺ کی زندگی میں مروان کا مدینہ طیبہ حاضر ہونا ثابت نہیں ہے، نہ ہی فتح مکہ وغیرہ کے موقع میں زیارت ثابت ہے، اس لئے جب مروان کو حضور ﷺ کی زیارت ہونا ثابت نہیں تو مروان صحابی نہیں ہے،

حضور ﷺ سے استہزاء کی روایت:

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

كان الحكم بن ابی العاص يجلس عند النبي ﷺ فاذا تكلم النبي ﷺ اخذ يخلع او لا فبصر به النبي ﷺ فقال انت كذاك، فما زال يخلع حتى مات (المعجم الكبير ۳/ ۲۱۴ حدیث ۳۱۶۷)

حضرت حکم بن ابی العاص حضور ﷺ کے پاس بیٹھا کرتے تھے، جب نبی کریم ﷺ بولتے تو اول حرکت کرتے، (تو حضرت حکم بھی استہزاء کے لئے منہ سے حرکت کرتے) تو آپ ﷺ نے اُس کو دیکھ لیا تو فرمایا تو ایسے ہی ہو جائے، چنانچہ وہ وفات تک ایسے ہی حرکت کرتے رہتے تھے،

اس روایت کی سند میں راوی ضارب بن صرد رافضی ہے، رافضی کی ایسی روایت صحابی کے متعلق قبول نہیں کی جاسکتی، بلکہ جب حکم صحابی ہے تو اگر صحیح سند سے بھی یہ روایت ثابت ہوتی تو بھی مردود ہوتی جب کہ اس روایت کی اسی ایک سند کوئی اور سند ہی نہیں ہے، لہذا ایسی روایتوں پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے،

☆☆☆

(3) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا قتل:

مروان کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ عشرہ مبشرہ کے عظیم فرد حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا قتل ہے، اس بارے میں روایات متعدد ہیں، بعض کا ذکر آپ (قاضی صاحب) نے بھی کیا ہے، اور علماء اسلاف کی تصریحات بھی بہت ہیں، اول بعض روایات درج کی جاتی ہیں،

الرواية الاولى (1):

ابو اسامہ کہتے ہیں کہ مجھے اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا، اسماعیل کہتے ہیں کہ ہمیں قیس (بن ابی حازم) نے بتایا

رمى مروان بن الحكم يوم الجمل طلحة بسهم في ركبته (مصنف ابن ابی شيبه ح ۳۷۷۷، مجمع الزوائد ح ۲۸۲۲، رواه الطبراني، الطبقات الكبرى لابن سعد ۳/۱۶۷)،

جنگ جمل والے دن مروان بن حکم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں لگا،

اس روایت کے راوی (۱) ابو اسامہ حماد بن اسامہ صحاح ستہ کے راوی ہیں، ثقہ و ثبت ہیں (تقریب التہذیب) (۲) اسماعیل بن ابی خالد حمسی صحاح ستہ کے راوی ہیں، ثقہ و ثبت ہیں (تقریب) (۳) قیس بن ابی حازم بکلی کوئی بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں، ثقہ ہیں، عشرہ مبشرہ سے روایت کرتے ہیں (تقریب) حضور ﷺ کی طرف سفر کیا تھا مگر آپ ﷺ کی وفات ہو گئی تب مدینہ طیبہ پہنچے، آپ کے نزدیک اس روایت کا یہی راوی مجروح ہے، جناب نے حدیث کلاب حوآب سے متعلق اپنے مضمون میں اس پر کلام کیا ہے، ہم بھی حدیث کلاب حوآب کے مضمون میں اس کا پورا جواب دے چکے ہیں،

اس سند سے متعلق امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد ح ۱۴۸۲۲)، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیس بن ابی حازم کی روایت کی سند صحیح ہے (الاصابة ۳/۲۲۸)، امام حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے (مستدرک ۳/۴۱۸ رقم ۵۵۹۱) یاد رہے کہ قیس بن ابی حازم جنگ جمل میں شامل تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں کا مشاہدہ بیان کیا ہے رثیت مروان بن الحكم حين رمى طلحة يومئذ بسهم (سير اعلام النبلاء ۱/۳۶۱، الاصابة ۳/۴۳۲، المعجم الكبير ۱/۱۳۱ رقم ۲۰۱، المستدرک ۵۵۹۱)،

الرواية الثانية (2):

خليفة بن خياط معاذ بن هشام سے وہ هشام سے وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں اور قتادہ جارد بن ابی سبرة سے روایت کرتے ہیں کہ

نظر مروان بن الحكم الى طلحة بن عبيد الله يوم الجمل فقال لا اطلب بئاري بعد اليوم فرماه بسهم فقتله (تاريخ خليفة بن خياط ص ۱۸۵، تاريخ ابن ابي خيثمة ۲/۷۶ رقم ۱۸۰، قبول الاخبار ومعرفه الرجال ۱/۲۲۹، تاليف امام ابو القاسم عبد الله بن احمد كعبى بلخى م ۳۱۹) مروان نے جنگ جمل کے دن طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کہا آج کے دن کے بعد میں اپنے خون (خون عثمان) کا مطالبہ نہیں کروں گا (یا مجھ سے قصاص کا مطالبہ نہیں کیا جاسکے گا) پھر حضرت طلحہ کو تیر مار کر شہید کر دیا،

اس روایت کے راوی (۱) معاذ بن هشام دستوائی بصری سچے اور صحاح ستہ کے راوی ہیں، بعض اوقات وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں، (۲) هشام بن حسان ابو عبد اللہ بصری ثقہ و ثبت اور صحاح ستہ کے راوی ہیں (۳) قتادہ بن دعامة بصری بھی ثقہ و ثبت اور صحاح ستہ کے راوی ہیں (۴) ابو نوفل جارد بن ابی سبرة بصری بھی سچا ابوداؤد وغیرہ کا راوی ہے (تقریب التہذیب)،

اور ابن ابی خيثمة رحمہ اللہ کی روایت کے راوی (۱) عمرو بن مرزوق (۲) عمران القطان (۳) قتادہ (۴) جارد بن ابی سبرة ہندلی ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے (الاصابة ۳/۴۳۲)

یہ روایت ابن ابی شیبہ بسند و کعب عن اسماعیل بن ابی خالد عن قیس بھی مروی ہے (ابن ابی شیبہ ح ۳۰۵۷۸) ابن ابی شیبہ کی یہ سند بھی بالکل صحیح ہے راوی سارے ثقہ ہیں،

الرواية الثالثة (3):

روح بن عبادہ ابن عون سے وہ نافع سے روایت کرتے ہیں

كان مروان مع طلحة في الخيل فرأى فرجة في درع طلحة فرماه بسهم فقتله ((الطبقات الكبرى لابن سعد ۳/۱۶۷)

مروان لشکر میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی ذراع میں (خلل) پھینک دی تھی تو ان کو تیر مار کر شہید کر دیا،

اس سند کے راوی (۱) روح بن عبادہ بصری ثقہ و ثبت اور صحاح ستہ کے راوی ہیں (۲) عبد اللہ بن عون بن اربطان بصری ثقہ و ثبت فاضل صحاح ستہ کے راوی ہیں (۳) نافع، مولیٰ

عبداللہ بن عمر، ابو عبد اللہ مدنی صحاح ستہ کے راوی اور ثقہ ثبت مشہور فقیہ ہیں، تو اس سند کے راوی بھی ثقہ ہیں،

الرواية الرابعة (4):

حماد بن زید قرۃ بن خالد سے وہ امام محمد ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں

قال رمى طلحة بن عبيد الله بسهم فاصاب ثغرة نحره ، قال فاقمر مروان انه رماه ، ان مروان اعترف انه قتل طلحة (الاستيعاب ۲/ ۷۹، تاریخ

خليفة بن خياط ص ۱۸۵، السنة لابی بكر بن الخلال ح ۸۴۰،

طلحہ بن عبد اللہ کو تیر مارا گیا تو وہ گلے کے سوراخ میں آگیا، ابن سیرین کہتے ہیں کہ مروان نے اقرار کیا کہ وہ تیر اُس نے مارا تھا،

اس سند کے راوی (۱) حماد بن زید ازدی بصری ثقہ ثبت فقیہ صحاح ستہ کے راوی ہیں، (۲) قرہ بن خالد بصری ثقہ وضبط کرنے والے صحاح ستہ کے راوی ہیں (۳) محمد بن سیرین

بصری ثقہ ثبت عابد صحاح ستہ کے راوی ہیں (تقریب التہذیب)

اس روایت کے الفاظ یوں بھی آئے ہیں

ان مروان اعترض طلحة لما جال الناس بسهم فاصابه فقتله (الطبقات الكبرى لابن سعد ۳/ ۱۶۷)

مروان نے تیر لے کر اُس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا سامنا کیا جب لوگ ادھر ادھر منتشر ہوئے، اور اُن کو تیر مار کر شہید کر دیا،

الرواية الخامسة (5):

زہیر بن حرب کہتے ہیں کہ ہمیں وہب بن جریر نے بیان کیا، وہب کہتے ہیں ہمیں جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، جویریہ کہتے ہیں ہمیں یحییٰ بن سعید (بن حیان) نے بیان کیا، وہ

کہتے ہیں مجھے میرے چچا نے بیان کیا کہ ہم لوگوں کو جگہوں پر بٹھرانے میں لگے تھے کہ

اخرمى مروان بن الحكم بسهم طلحة بن عبيد الله..... و النفت الى ابان بن عثمان وهو الى جنبه فقال قد كفىتك احد قتلة ابيك (تاریخ

المدينة لابن شبة ۴/ ۱۷۰، سیر اعلام النبلاء ۱/ ۳۶، تاریخ خليفة بن خياط ص ۱۸۵)

اچانک مروان نے حضرت طلحہ کو تیر مارا (شہید ہو گئے)۔۔۔ اور ابان بن عثمان کی طرف توجہ کر کے کہنے لگا تیرے باپ کے ایک قاتل کو قتل کر کے میں نے تیری کفایت کر دی،

اس روایت کے راوی (۱) زہیر بن حرب بن شداد نسائی ثقہ و ثبت ہیں بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی کے راوی ہیں، (۲) وہب بن جریر ابن حازم بصری ثقہ اور صحاح ستہ

کے راوی ہیں (۳) جویریہ بن اسماء بن عبید ضعی بصری ثقہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی کا راوی ہے، (۴) یحییٰ بن سعید بن حیان تمیمی امام و ثبت صحاح ستہ کے راوی ہیں

(۵) یحییٰ کے چچا زید بن حیان ثقہ ہیں ابوداؤد، مسلم، نسائی کے راوی ہیں، اور روایت کے الفاظ صاف بیان کرتے ہیں کہ یہ بھی یعنی شہاد اور جنگ میں شریک لوگوں میں سے ہیں

تو یہ سند بھی بالکل صحیح ہے،

الرواية السادسة (6):

امام محمد ابن سعد کہتے ہیں ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے خبر دی وہ کہتے ہیں مجھے جویریہ بن اسماء نے نافع سے بیان کیا کہ نافع کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے محاصرہ

کے دن مروان کو سخت مار پڑی جس سے دونوں کان کچھ کٹ گئے،۔۔۔۔۔ جب حضرت عثمان شہید ہو گئے، اور طلحہ وزیر و عائنہ رضی اللہ عنہم حضرت عثمان کے قصاص کے مطالبہ

کے لئے بصرہ چلے اُن کے ساتھ مروان بن حکم بھی چلا، تو اُس نے لڑائی میں خوب حصہ لیا

فلما رأى انكشاف الناس نظر الى طلحة بن عبيد الله واقفاً فقال والله ان دم عثمان الا عند هذا، هو كان اشد الناس عليه،.... ففوق له بسهم فرماه

به فقتله (الطبقات الكبرى ۵/ ۲۸)

جب لوگوں میں خلا دیکھا حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو کھڑے ہوئے دیکھا تو کہا اللہ کی قسم خون عثمان اسی کے پاس ہے، یہی سب لوگوں میں سے حضرت عثمان کے خلاف

سخت تھے، تو اُن کے لئے تیر برابر کیا اور انہیں تیر مار کر شہید کر دیا،

اس سند کے راوی (۱) موسیٰ بن اسماعیل المقرئ ثقہ و ثبت صحاح ستہ کے راوی ہیں (۲) جویریہ بن اسماء (۳) اور نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر اوپر والی روایت میں گزر گیا وہ

بھی بلا شک ثقہ ہیں، تو یہ سند بھی بالکل صحیح ہے،

الرواية السابعة (7):

عکراش بن ذؤیب سے روایت ہے کہتے ہیں

کناقتل علیام طلحة و معناروان فانهم منافقال مروان لادرک بشأری بعدالیوم من طلحة، قال فرمی بسهم فقتله (اتحاف المهرة لابن حجر ۳۶۴/۶)

ہم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑ رہے تھے ہمارے ساتھ مروان بھی تھا، ہمیں شکست ہوئی، تو مروان نے کہا آج کے بعد طلحہ سے اپنا (خون کا) بدلہ نہیں لے سکوں گا، تو اُس نے تیرا مارا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا،

امام حاکم کی اس روایت کی سند کے راوی (۱) محمد بن یعقوب بن یوسف بن یعقوب الحافظ العدل عیثا پوری ابن الاخرم حافظ و سمجھ میں فاضل ابن الفاضل ہیں، بہت بڑے محدث اور کتب حدیث کے مصنف ہیں (الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم ۱۲۸۲/۲) (۲) محمد بن اسحاق بن ابراہیم ثقفی الامام الحافظ الثقة شیخ الاسلام محدث خراسان ہیں (رجال الحاکم ۱۷۶/۱) (۳) عباد بن الولید الغمری ابو بدر ثقہ قرار دیئے گئے ہیں (الکاشف ۵۳۲/۱) (۴) ابن ابی حاتم نے کہا سچا راوی ہے (تہذیب التہذیب ۱۰۸/۵) (۵) حبان بن ہلال بابلی بصری ثقہ و ثبت راوی ہیں (تہذیب التہذیب ۱۷۰/۲) (۶) شریک بن الخطاب غمری تمیمی بصری کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، حاکم نے کہا شیخ ثقہ ہے اہل اہواز میں سے ہے (التذلیل علی کتب الجرح والتعديل) (۷) عتبہ بن معصعہ بن الاحنف السعدی کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے (الثقات ۴۰۱/۱) اور کسی سے جرح منقول نہیں (۸) عکراش بن ذؤیب تمیمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، تو یہ روایت بھی بالکل صحیح سند والی ہے، اور حضرت عکراش رضی اللہ عنہ بھی شہید ہیں،

الروایة الثامنة (8):

ابن عون نافع مولی ابن عمر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نافع رحمہ اللہ نے فرمایا

قال نافع طلحة بن عبيدالله قتله مروان بن الحكم (اتحاف المهرة لابن حجر ۳۶۴/۶)

کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن حکم نے شہید کیا،

اس روایت کے راوی (۱) ابو العباس احمد بن عمر بن سرج قاضی بغدادی (م ۳۰۶ھ) الامام العلامة شیخ الاسلام ہیں (تذکرۃ الحفاظ ۲۳/۳) (۲) عباس بن محمد الدوری (م ۲۷۱ھ) الحافظ الامام ہے (تذکرۃ الحفاظ ۱۱۹/۲) (۳) اشہل بن حاتم ابو حاتم بصری (م ۲۰۸ھ) ازدی کہتے ہیں حافظ و سچا راوی ہے (ذکر اسم کل صحابی ممن لا ٰخ لہ یوافق اسمه) (م ۱۷۶/۱) (۴) ابو داؤد نے بھی سچا کہا ہے (اکمال تہذیب الکمال) بخاری مسلم کے نزدیک اس کی روایت صحیح ہے (ذکر التابعین ومن بعلمهم ممن صحت روايته عن الثقات عند البخاری و مسلم رقم ۱۱۸) ابو زرہ کہتے ہیں اس کا محل سچائی ہے لیکن قوی نہیں، یہ حسن درجے کا راوی ہے، متابعت میں تو حرج نہیں (۵) عبد اللہ ابن عون بن اربطان بصری (م ۱۵۱ھ) الامام القدوة عالم البصرة الحافظ ہے (سیر اعلام النبلاء ۶۶۴/۳) (۶) نافع مولی ابن عمر کا حال بیان ہو گیا ہے، تو یہ روایت بھی حسن درجہ کی ہے،

الروایة التاسعة (9):

عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں مجھے محمد بن حمران نے قرہ بن خالد سے روایت کرتے ہوئے خبر دی، قرہ نے کہا کہ مجھے نافع نے بیان کیا

رمى مروان يوم الجمل طلحة بسهم فائتته في ثغرة نحره الخ (تاریخ المدينة لابن شبة ۱۱۷۰/۴)

جنگ جمل کے دن مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیرا مارا، اُس کے گلے کے سوراخ میں گھسا دیا،

اس روایت کے راوی (۱) عبد اللہ بن عمرو امام عمر بن شہبہ کے استاذ محدث ہیں، صحیح نام عبید اللہ بن عمرو القواریری ہے، امام عبد اللہ بن احمد اور ابو یعلیٰ مصلیٰ و ابو القاسم البغوی و نجلی بھی اُن کے شاگردوں میں سے ہیں، امام احمد و علی بن الجعد رحمہم اللہ کے ہم عصر ہیں، (۲) محمد بن حمران بن عبد العزیز قیس بصری سچے راوی ہیں البتہ اس میں معمولی ڈھیلا پن ہے، نسائی، ترمذی وغیرہ کے راوی ہیں (تقریب) (۳) قرہ بن خالد اور (۴) نافع مولی ابن عمر کا اوپر ذکر ہو گیا،

الروایة العاشرة (10):

امام ابن عساکر سید ابوالقاسم بن السمر قندی، ابو الفضل بن البقال، ابو الحسن بن بشران، عثمان بن احمد، حنبل بن اسحاق، حمیدی، سفیان، عن عبد الملک بن مروان روایت کرتے ہیں کہ موسیٰ بن طلحہ ولید بن عبد الملک کے پاس داخل ہوئے، تو اُس کو ولید نے کہا

مادخلت علی قط الاهممت بقتلك لولا ان ابی اخبرنی ان مروان قتل طلحة (تاریخ دمشق لابن عساکر، کتاب النوادر للحمیدی تہذیب

التہذیب ۲۲/۵)

جب بھی تو میرے پاس آیا میں نے تیرے قتل کا ارادہ کیا (اور قتل کر دیتا) اگر میرے والد نے مجھے نہ بتایا ہوتا کہ مروان نے طلحہ کو قتل کیا،

اس روایت کے راوی (۱) ابوالقاسم اسماعیل بن السمر قندی ابن عساکر کے استاذ اور بہت بڑے محدث ہیں، (۲) ابو الفضل بن البقال المقری عمر بن عبید اللہ بن عمر بغدادی،

سنہ ۳۹۵ھ کو پیدا ہوئے، یہ بھی مقبریء ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے محدثین میں سے ہیں (تاریخ الاسلام ذہبی ۵۸/۳۲، تاریخ بغداد ۷/۲۰۷) (۳) ابوالحسین علی بن بشران ثقہ وعادل و امین تھے (اکمال الاکمال) (۴) عثمان بن احمد بن السہاک الشیخ الامام المحدث ہے (۵) حنبل بن اسحاق بن حنبل امام احمد کے چچا زاد بھائی اور شاگرد الحافظ ثقہ و ثبت ہیں (۶) امام حمیدی جانے پہچانے محدث عظیم اور امام بخاری کے عظیم استاذ ہیں، جن کی ثقاہت شک سے بالا ہے (۷) سفیان بن عیینہ بھی ثقہ اور عظیم امام فقیہ ہیں (۸) عبد الملک بن مروان، اگر یہ مروان بن حکم کا والد ہو تو وہ کچھ بھی ہو جناب کے نزدیک ثقہ ہے، اور اگر عبد الملک بن مروان بن الحارث بن ابی ذباب ہو تو ابن حبان نے اُس کو ثقافت میں ذکر کیا ہے، اور اگر عبد الملک بن مروان بن قارظ اہوازی ہو تو بھی ابن حبان نے اُس کو ثقافت میں ذکر کیا، اور اُس کو مستقیم الحدیث (ٹھیک حدیث والا) کہا گیا ہے (تہذیب التہذیب) الروایۃ الحادیۃ عشر (11):

امام محمد بن احمد بن تمیم افریقی (م ۳۳۳ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے محمد بن علی بن الحسن نے بیان کیا وہ کہتے ہیں مجھے محمد بن علی دغشی نے اسماعیل بن ابان سے انہوں نے یزید بن ابی زیاد سے روایت بیان کی کہا کہ ہمیں عبد الرحمن بن ابی لیلی نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ جنگ جمل کے دن فرما رہے تھے زیر کہاں ہے؟ تو میں سوار یوں کے بیچ گھسنا شروع ہوا حتیٰ کہ میں نے دونوں حضرات کو دیکھ لیا دونوں کی ساریوں کی گردنیں مل رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے آپ کو وہ بات یاد ہے؟، وہ واقعہ یاد ہے؟ تو (اُن باتوں کو سن کر) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ لوٹتے ہوئے واپس پھرے، تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو کیا ہوا؟ تو لوگوں نے خبر دی تو وہ ساری پر سوار ہوئے تاکہ انہیں رخصت کریں تو اُسی حالت میں اُن کو مروان بن حکم نے تیر مارا اور شہید کر دیا (المحکم صفحہ ۱۱۵)

اس روایت کے راوی (1) امام ابوالعرب محمد بن احمد بن تمیم افریقی علامہ مفتی ذوالفقون حافظ مؤرخ بہت بڑے محدث ہیں (سیر اعلام النبلاء ۱۵/۳۹۴، تذکرۃ الحفاظ ۷/۱۳۷) (2) ابوبکر محمد بن علی بن الحسن بن علی تمیمی (م ۲۵۹ھ یا ۲۶۰ھ) بہت بڑے لغت کے امام ہیں (تاریخ الاسلام ذہبی ۱۰/۱۳۳) (3) محمد بن علی دغشی افریقی علماء افریقہ میں سے ہیں ابوالعرب نے طبقات علماء افریقہ (۱/۹۹) میں اُن کا ذکر کیا ہے، اور فرمایا اُس کی حدیث سے دلیل لی جاتی ہے (4) اسماعیل بن ابان الوراق کوئی (۲۱۰ھ) ثقہ ہے، یہاں سند میں اسماعیل بن ابان عن یزید بن ابی زیاد ہے، لیکن درست یہ لگتا ہے کہ درمیان میں مسعود بن سعد جعفی کوئی راوی متروک ہو گیا ہے، کیوں کہ اسماعیل براہ راست یزید بن ابی زیاد سے روایت کرنے والا نہیں ہے، اگر ایسا ہو تو مسعود جعفی ثقہ راوی ہے (مسند ابویعلیٰ میں ایک روایت کی سند ہے اسماعیل بن ابان حدیثی مسعود بن سعد عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی [۱۶۸۳]) (5) یزید بن ابی زیاد ابو عبد اللہ ہاشمی کوئی مولیٰ عبد اللہ بن الحارث (م ۱۳۶ھ) مسلم و سنن اربعہ کا راوی ہے، الامام المحدث ہے صفار تابعین میں اُس کا شمار ہوتا ہے، امام ترمذی نے اُس کی روایت کو حسن قرار دیا، بخاری نے اُس کو ثقافت میں درج کیا اور کہتے ہیں ثقہ و جائز الحدیث ہے (اس کی حدیث درست ہوتی ہے) آخر عمر میں اُس کو تلقین کی جاتی تھی (الثقات للعلی ۲/۳۶۲) (سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۲۹، ۱۳۰) امام بیہقی اُس کو حسن الحدیث کہتے ہیں (مجمع الزوائد ۸/۲۵۸) جری کہتے ہیں عطاء بن السائب سے بڑھ کر حدیث یاد رکھنے والا ہے (التاریخ الاوسط للبخاری ۲/۴۱)، ابوداؤد کہتے ہیں میرے علم میں کوئی ایسا محدث نہیں جس نے اُس کی حدیث چھوڑ دی ہو (تہذیب الکمال) ابن حبان کہتے ہیں سچا راوی ہے مگر جب بڑی عمر کا ہوا حافظ خراب اور تبدیل ہو گیا تو اُس کو تلقین کی جاتی تو دوسروں کی تلقین سے اُس کی حدیث میں منکر روایتیں داخل ہو گئیں، شروع عمر میں اور کوفہ داخل ہونے سے پہلے جس نے اُس سے سماع کیا وہ صحیح ہے (الجزء ۳/۹۹) ابن سعد کہتے ہیں بذات خود ثقہ تھا لیکن آخر عمر میں اختلاط میں مبتلا ہوا تو عجیب روایات نقل کیں (الطبقات ۶/۳۴۰) یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ اگرچہ تغیر کے سبب محدثین یزید میں کلام کرتے ہیں لیکن وہ عادل و ثقہ ہے اگرچہ حکم و منصور کے برابر نہیں، احمد بن صالح کہتے ہیں ثقہ ہے اور جو اُس میں کلام کرتے ہیں مجھے اُن کا قول پسند نہیں (تہذیب التہذیب ۱۱/۳۲۹، تاریخ اسماء الثقات لابن شاپن ۱/۲۵۶) ذہبی کہتے ہیں شیعی عالم ہے فہم حدیث رکھنے والا سچا ہے حافظہ کا ردی ہے لیکن متروک نہیں (الکاشف ۲/۳۸۲) کئی محدثین نے اِس میں کلام بھی کی ہے، چون کہ امام مسلم نے شواہد میں اُس کی روایت لی ہے اس لئے بطور شاہد اُس کی روایت لی جاسکتی ہے (5) عبد الرحمن بن ابی لیلی انصاری کوئی اکابر تابعین میں سے ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے، جنگ جمل میں بھی شریک رہا ہے، سنہ ۸۳ھ یا سنہ ۸۱ھ میں شہید ہوا ہے، حجاج بن یوسف نے اِس کو قاضی بنایا تھا، پھر معزول کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے کے لئے پٹائی کی تو ابن ابی لیلیٰ تو ر یہ سے کام لیتے اور صاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی نہ دیتے تھے (تذکرۃ الحفاظ ۷/۴۷) ایک سو بیس انصار صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں، کسی محدث سے اُس میں کلام منقول نہیں (تہذیب التہذیب) تو یہ روایت حسن درج کی ہے، اور عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ جنگ جمل میں شریک لوگوں میں سے ہیں،

ان صحیح و حسن سند والی روایتوں کے علاوہ دوسری روایات بھی متعدد سندوں سے منقول ہیں اگر وہ ساری ضعیف بھی ہوں تو حرج نہیں کیوں کہ یہ صحیح السند اُن کی تائید کرتی ہیں، اور ضعیف سند والی روایات بطور شاہد ہوں گی،

بعض اسلاف کی عبارات:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں

وهذا طلحة بن عبيد الله انتزع له مروان سهماً وهو معهم واقف يوم الجمل في الصف وقال لا اطلب بدم عثمان احداً غيرك فرماه بسهم فقتله

(الجامع لعلوم الامام احمد، العقيدة ٣/ ٣٢١)

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے لئے مروان نے تیر سیدھا کیا حالانکہ جنگ جمل کے دن وہ انہی کے ساتھ صف میں کھڑے تھے، اور کہا تیرے سوا میں کسی سے خون عثمان نہیں مانگتا، پھر تیر مارا اور شہید کر دیا،

علامہ ذہبی رحمہ اللہ یحییٰ بن بکیر اور خلیفہ بن خیاط اور ابونصر کلاباذی رحمہم اللہ سے نقل کرتے ہیں

قال يحيى بن بكير وخليفة بن خياط وابونصر الكلاباذي ان الذي قتل طلحة مروان بن الحكم (تاريخ الاسلام للذهبي ٣/ ٢٠٠) کہ جس نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا وہ مروان بن حکم ہے،

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

حضر طلحة يوم الجمل فرماه مروان بن الحكم فاصاب ساقه (المنتظم ٥/ ١١٢)

حضرت طلحہ جنگ جمل کے دن حاضر ہوئے تو اُس کو مروان بن حکم نے تیر مارا جو اُن کی پنڈلی میں لگا،

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قال ابن عبد البر ولا يختلف العلماء الثقات في ان مروان قتل طلحة يومئذو كان في حزيه (الاستيعاب باب طلحة، ٢/ ١٠٣)

ثقہ علماء کا اس میں اختلاف نہیں (اتفاق ہے) کہ جنگ جمل کے دن مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا جب کہ حضرت طلحہ انہی کے گروہ میں تھے،

امام ابن حبان رحمہ اللہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں

قتله مروان بن الحكم بسهم رماه (كتاب الثقات ٢/ ٣٣٩)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن حکم نے تیر مار کر شہید کیا،

ان کے علاوہ جن علماء اسلاف نے قَتْلُ يَقَالُ کے بغیر مروان بن حکم کو ہی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل بیان کیا یا اسی قول کو اصح قرار دیا درج ذیل ہیں

(1) سبط ابن الجوزی (م، ھ) (مرآة الزمان فی تواریخ الاعیان ٦/ ٢٣٤) (2) ہشام (مرآة الزمان) (3) بلاذری احمد بن یحییٰ بن جابر (م ٢٤٩ھ) (جمل من انساب

الاشراف ٢/ ٢٣٤) (4) شیخ موفق (مرآة الزمان) (5) یوسف بن تغری بن بردی ابوالحاجن (م ٨٤٤ھ) (النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة ١/ ١٠١،

مورد اللطافة فيمن ولي السلطنة والخلافة ١/ ٥٦١) (6) عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (م ٢٤٦ھ) (المعارف ٢٢٤) (7) مطہر بن طاہر مقدسی

(م ٣٥٥ھ) (البدء والتاریخ ٥/ ٨١) (8) علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی (م ٤٨٤ھ) (تاریخ الاسلام ٣/ ٥٢٢، ٥٢٤، ذکر طلحہ بن عبید اللہ، العبر فی خبر من غبر ١/ ٢٤٤، سیر اعلام

النبياء،) (9) علامہ عبدالحی بن احمد عکری حنبلی (م ١٠٨٩ھ) (شذرات الذهب فی اخبار من ذهب ١/ ٢٤٩ سہ احادی و ستین) (10) عبد الملک بن حسین بن عبد الملک عصای

کلی (م ١١١١ھ) (سمط النجوم العوالی فی انباء الاوائل والتوالی ٢/ ٥٤١) (11) امام محمد بن احمد بن تمیم تیمی افریقی (م ٣٣٣ھ) (المحضر ١/ ١٠٤) (12) امام محمد

ابن جریر طبری (م ٣١٠ھ) (تاریخ الطبری ١/ ٥٠٤ ممن قتل فی سنة ستة وثلاثين،) (13) امام تقی الدین محمد بن احمد قاسمی کلبی (م ٨٣٢ھ) (العقد الثمین فی تاریخ

البلد الامین ٣/ ٢٩٨، ج ٦/ ٥٥٨) (15) امام احمد بن محمد بن احسین ابونصر بخاری کلاباذی (م ٣٩٨ھ) (الهدایة والرشاد فی معرفة اهل الثقة والسداد ١/ ٣٤١، و منهم

من اسمه طلحة) (16) امام یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر (م ٥٢٣ھ) (الاستيعاب ٢/ ٦٦٢ ذکر طلحة) (17) امام ابوالحسن علی بن ابی الکریم ابن الاثیر (م ٦٣٠ھ

) (اسد الغابۃ ٢/ ٣٦٩) (18) ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر (م ٥٤١ھ) (مختصر تاریخ دمشق ١١/ ٢٠٤) (19) علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی (م ٩٠٢ھ) (التحفة

اللطيفة فی تاریخ المدينة الشریفة ٢/ ٢٤٢) (20) علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (م ٨٥٢ھ) (الاصابة ٣/ ٣٣٢، فتح الباری ١/ ٢٢٣) (21) شیخ عبد الرزاق عسفی

(م ١٢١٥ھ) (مذکرۃ التوحید ١/ ١٤١، فتاویٰ و رسائل للحنفی ١/ ٣٣١) (22) علامہ ابن السلقن عمر بن علی بن احمد مصری (م ٨٠٣ھ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح

١٨/ ٢٦٥) (23) عماد الدین اسماعیل بن علی بن محمود (م ٤٣٢ھ) (المختصر فی اخبار البشر ١/ ١٤٢) (24) علامہ عمر بن مظفر بن عمر المعری الکندی (م ٤٩٩ھ) (تاریخ ابن الوردی

١/ ١٢٩) (25) امام محمد بن ابی بکر بن عبد اللہ بن موسیٰ انصاری البیڑی (م ٦٢٥ھ) (الجوهرة فی نسب النبی واصحابه العشرة ٢/ ٣١٤) (26) امام احمد بن عبد اللہ بن علی (م ٢٦١ھ)

(الثقات ص ٣٣٨) (27) الشیخ عبد العزیز پرہاروی رحمہ اللہ (الناہیة صفحہ ٨٢)

ہمارے خیال میں فی الحال اتنی تعداد کا ذکر کافی ہے بشرطے کہ آپ ضد پر نہ اڑیں، ورنہ سینکڑوں حوالے اور نام بھی ناکافی ہیں، اس کے بعد آپ کی انوکھی تحقیق کی کیا حیثیت رہ جاتی

ہے جناب عالی مروان کی صفائی میں زور صرف کھینچنے، مگر اُس کو ایسے واقعی ثابت جرم سے پاک ثابت کرنا آپ کے بس کا کام نہیں ہے، یہ شیعہ لوگوں کا پروپیگنڈا نہیں ہے، نہ افواہ ہے بلکہ حقیقت اور حقیقت ہے، امر واقعی جناب کے انکار سے افسانہ اور خرافات نہیں بن سکتا، خواہ مخواہ جناب اپنے اوقات بے جا صرف کر رہے ہیں، اگر بالفرض مروان صحابی ہو تو اگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۶۳۸۲) یا اسامہ بن زید (ابوداؤد ۲۶۳۳، مسند احمد ۲۱۸۰، ابن ابی شیبہ ۲۸۹۳۲)، کے ہاتھوں ایک کلمہ گو مسلمان کا قتل امر واقعی ہے اور ہو سکتا ہے، تو مروان کے ہاتھوں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قتل بھی امر واقعی ہے، اُس سے ایسا جرم کیوں نہیں ہو سکتا؟ کیا وہ نبوت یا صفت ملکیت (فرشتہ ہونے) سے موصوف ہے؟ لہذا جناب کے انکار کرنے سے وہ صاف نہیں ہو جاتا!

ایک اشکال:

آپ کا اشکال ہے کہ اگر مروان حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے تو جنگ صفین کے موقع پر حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی سفارش پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کو کیوں چھوڑ دیا؟ اور قصاص کیوں نہ لیا؟ (سیدنا مروان بن الحکم صفحہ ۳۹۱)

عرض ہے کہ اس اشکال کا کوئی خاص وزن نہیں ہے کیوں کہ زمانہ فتنہ میں ایسے واقعات ہو جاتے ہیں اور کسی مظلوم مقتول کے قاتل کا علم ہو جانے کے بعد بھی اُس سے قصاص نہیں لیا جاتا بلکہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جاتا ہے، اگر آپ کو تسلی نہیں ہوتی تو بتائیں کہ ابن جرموز نے تو خود حاضر ہو کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کے جرم کا اقرار کیا ہے، کیا جناب یہ بات ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا کسی اور نے اُس سے قصاص لیا ہے؟ ان جنگوں میں اور بھی تو بکثرت مقتولین و قاتلین ہیں، کیا کسی قاتل سے کسی مقتول کا قصاص لیا جاتا ثابت کر سکتے ہیں؟ نہیں تو پھر یہ اشکال بیکار ہے، عقلی سوالات نقلی بات کے رد کے لئے کافی نہیں ہوتے، نقل کے مقابلہ میں ذرا نقل پیش کر دیجئے کہ مروان بن حکم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل نہیں ہے، ہاں قاضی ابوبکر ابن العربی اور العواصم کے محقق کا بیان بھی (سیدنا مروان بن الحکم صفحہ ۳۸۸) مروان کی صفائی میں محض عقلی ہے جس میں جان نہیں ہے، ہم نے ثقہ راویوں کی روایات سے ثبوت دے دیا پھر یہ کہنا کیا وزن رکھتا ہے کہ جی کسی ثقہ راوی نے اِس کو روایت نہیں کیا ہے؟

دوسرا اشکال:

آپ جناب کہتے ہیں

”اس کے برعکس طبقات ابن سعد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ کا قاتل حضرت علی کا لشکر تھا، ربیع بن حراش کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت طلحہ کے بیٹے عمران آئے اور سلام عرض کیا، حضرت علی نے انہیں مرحبا کہا تو وہ کہنے لگے یا امیر المؤمنین آپ مجھے خوش آمدید کہتے ہیں ”وَقَدْ قُتِلَ وَالِدِي وَ اخَذْتُ مَالِي“ حالانکہ آپ نے میرے والد (طلحہ) کو قتل کر دیا اور میرا مال بھی قبضہ میں لے لیا ہے، حضرت علی نے جواباً فرمایا تمہارا مال بیت المال میں محفوظ ہے، کل آکر اپنا مال وصول کر لینا، اور جہاں تک تمہارے اس قول کا تعلق ہے کہ آپ کے والد کو میں نے قتل کیا ہے تو مجھے امید ہے کہ تمہارے والد اور میں آخرت میں ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَنَزَعْنَا مِافِي صُدُورِهِمْ مِنْ غُلٍّ اخوانا اَعْلٰی سِرِّمَتَقَابِلَيْنِ (الحج ۷۷)

مومنوں کے دلوں میں سے ہم میل کو دور کر دیں گے، اور وہ بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے تخت نشین ہوں گے (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۶۰ تحت طلحہ بن عبید اللہ) (سیدنا مروان بن الحکم صفحہ ۳۸۹)

تو اس بارے میں کئی باتیں پیش نظر ہونا ضروری ہیں

اول: یہ روایت متعدد کتابوں میں ہے، اکثر کتابوں میں صرف اتنی بات ہے کہ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حاضر خدمت ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کو مرحبا کہا اور مجلس میں اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا مجھے امید ہے کہ میں اور تمہارا والد اُن لوگوں میں سے ہوں گے جن کے متعلق ارشاد خداوندی ہے ”اور اُن کے دلوں میں جو میل ہے ہم نکال دیں گے وہ تجھوں پر آنے سے سامنے بیٹھے ہوں گے“

ان روایتوں میں اُس بیٹے کی طرف سے کچھ کہنا ذکر نہیں ہے، یہ روایتیں ابوجیبہ مولیٰ طلحہ اور خود عمران بن طلحہ سے اور عطیہ عوفی اور حارث الاعور ہمدانی اور ابو حمیدہ علی بن عبد اللہ طاعنی سے مروی ہیں، ابوجیبہ اور حارث اعور عین موقع کے چشم دید گواہ ہیں، اور عمران بن طلحہ خود صاحب واقعہ ہیں، دیکھیں

فضائل الصحابة امام احمد بن حنبل ۲/۲۶۱، رقم ۱۲۹۵، مستدرک ۳/۲۲۴، رقم ۵۶۱۳، المعجم الاوسط طبرانی ۱/۲۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ۸/۳۰۰، رقم ۱۶۷۱، الشریعة للآجری ۵/۲۵۲۸، المحن لمحمد بن احمد بن تمیم تمیمی افریقی (م ۵۳۳۳) صفحہ ۱۱۲، الطبقات

الکبری لابن سعد ۳/۱۶۸، تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۵/۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹،

ان روایتوں کی اکثر سندوں کی بندہ نے چھان بین کی تو راوی ثقہ اور سچے معلوم ہوئے ہیں، یہاں ان سندوں پر بحث سے گریز کیا جاتا ہے، کیوں کہ تفصیل طویل ہو جائے گی، درج بالا حوالوں میں سندوں کو دیکھ لیجئے،

اور ایک روایت میں یہ مکالمہ ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحبا کہا اور عمران بن طلحہ نے کہا کہ آپ مجھے مرحبا کہتے ہیں حالاں کہ آپ نے میرے والد کو قتل کیا، یہ روایت ربیع بن حراش سے نقل ہے،

مستدرک ۲/۳۸۵، الطبقات الکبری ۳/۱۶۹، تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۵/۱۱۸،

اس روایت کے راوی ابان بن عبد اللہ بجلی کوئی کو اگرچہ کئی محدثین سچا اور ثقہ کہتے ہیں لیکن نسائی فرماتے ہیں قوی نہیں ہے، عقیلی نے بھی اُس کو ضعیف راویوں میں درج کیا ہے (الضعفاء للعقیلی ۳۲۱/۲، رقم ۲۶) ابن حبان فرماتے ہیں فحش غلطیان کرنے والا ہے اور کئی منکر روایات بیان کرنے میں منفرد (اکیلا) ہے (المجروحین لابن حبان ۹۹/۱، رقم ۶، الضعفاء والمتروکون لابن الجوزی ۱/۷، رقم ۱۱) ذہبی فرماتے ہیں اس کی کئی منکر روایتیں ہیں (المغنی ۱/۷، رقم ۹) یہ روایت بھی اُس کی منکرات میں سے معلوم ہوتی ہے، اور ایک راوی ابو نعیم فضل بن دکین تبلی طلمی (م ۲۱۹ھ) ہے آپ کے اصول کے مطابق اُس کی روایت کو حجت بنانا درست نہیں کیوں کہ فضل بن دکین گو ثقہ ہے مگر اس میں تشبیح ہے (سیر اعلام النبلاء ۱۵۱/۱، میزان الاعتدال ۳/۳۵۰) عمر بن رضا کمالہ لکھتے ہیں کان امامیا امامی تھا (معجم المؤلفین ۸/۶۷... بحوالہ اعیان الشیعة ۴۲ / ۲۷۵.....)

پھر اس روایت کے متن میں بعض حضرات نے لفظ یوں نقل کئے ہیں

اترحب بی وقد قاتلت والدی (کنز الدرر وجامع الغرر ۳/۳۳۳، تالیف ابو بکر بن عبد اللہ بن ایبک الدواداری م بعد ۳۶۱ھ)

کیا آپ مجھے مرحبا کہتے ہیں حالاں کہ آپ میرے والد سے لڑے ہیں؟

اور یہ بات بظاہر درست ہے، کیوں کہ صورت قتال کی پیش آئی ہے اگرچہ مقصود دونوں حضرات کا باہم لڑنا نہیں تھا، اس لئے ممکن ہے کہ راویوں سے صحیح مفہوم ادا نہ ہو سکا، تو اگر الفاظ [قاتلت] درست ہوں تو آپ کی ہرگز دلیل نہیں بنتی کیوں کہ اس سے قاتل کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں سے ہونا ثابت نہیں ہوتا،

ایک اور اشکال:

ممکن ہے کہ کسی محقق کو ایک اور روایت سے بھی اشکال ہو جائے کہ مروان حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل نہیں کوئی اور شخص قاتل تھا، وہ روایت یہ ہے

قال اخبرنا عبد الله بن جعفر الرقي قال اخبرنا عبد الله (عبيد الله) بن عمرو عن زيد بن ابي انيسة عن محمد الانصاري عن ابيه قال جاء رجل يوم

الجملة فقال ائذنوا القاتل طلحة قال فسمعت علياً يقول بشره بالنار (الطبقات الکبری ۳/۱۶۹)

عبد اللہ بن المثنیٰ سے نقل ہے کہ ایک آدمی جنگ جمل کے دن آیا اور (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہونے کے لئے) کہنے لگا طلحہ کے قاتل کو اجازت دو، تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اُس کو دوزخ کی خبر دے دو،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ کا قاتل کوئی اور شخص تھا اور وہ قتل کا اقرار کرنا مجرم تھا، اور وہ مروان نہیں تھا،

جواب یہ ہے کہ اس قصہ کا راوی عبد اللہ بن المثنیٰ بن عبد اللہ انصاری ہے جس کے متعلق ذکر یا ساجی کہتے ہیں اس میں ضعف ہے صاحب حدیث نہیں تھا، از دی کہتے ہیں اس نے

بہت سی منکر روایات بیان کی ہیں، امام عقیلی نے اُس کو ضعیف میں درج کیا ہے، ابوسلمہ بوزکی کہتے ہیں ضعیف و منکر الحدیث ہے، امام نسائی کہتے ہیں قوی نہیں ہے، امام ابن معین

ایک قول میں فرماتے ہیں بے حیثیت ہے لیس بشیء (میزان الاعتدال ۲/۴۹۹، ۵۰۰) ابن جوزی نے اُس کو ضعیف و متروک راویوں میں درج کیا ہے (الضعفاء

والمتروکون ۲/۱۳۷) دارقطنی ایک قول میں کہتے ہیں قوی نہیں ہے، موصلی کہتے ہیں منکر روایات نقل کرتا ہے (تنقیح التحقيق لابن عبد الہادی ۳/۷۷، نصب الراية ۲/۴۸۰)

علامہ ابن الترمذی کہتے ہیں متکلم فیہ ہے (الجوہر النقی ۴/۸۹) ابن عبد الہادی کہتے ہیں قوی نہیں ہے (المحرر رنی الحدیث ۱/۳۰۰) علامہ مناوی کہتے ہیں ضعیف ہے (فیض القدير ۳/

۱۶۷) علامہ ابن حجر رحمہ اللہ ایک حدیث پر بحث میں فرماتے ہیں فہلذامن الشيوخ الذين اذا انفرد احدہم بالحديث لم یکن حجة (فتح الباری ۹/۵۹۵)

عبد اللہ بن المثنیٰ بخاری کے ان راویوں میں سے ہے جو کسی روایت میں اکیلا ہو تو وہ روایت حجت نہیں ہوتی (اور امام بخاری نے جو روایتیں لیں ان میں اُس کا کوئی متابع اور شاہد ہوتا ہے) چوں کہ اس روایت میں عبد اللہ بن المثنیٰ اکیلا ہے اس لئے اس سے حجت نہیں لی جاسکتی،

خلاصہ کلام:

امام ابوالحسن احمد بن عبد اللہ عجل کو فی رحمہ اللہ (م ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں

وطلحة والزبير لم يقتلهم اصحاب علي رضي الله عنه، طلحة قتلته مروان بن الحكم والزبير قتلته ابن جرير وهو منصرف (الثقات للعجلي

ص ۳۸، ترجمۃ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے شہید نہیں کیا، طلحہ رضی اللہ عنہ کو تو مروان بن حکم نے شہید کیا اور زبیر رضی اللہ عنہ کو ابن جریر نے اُس وقت شہید کر دیا جب وہ واپس جا رہے تھے،

☆☆☆

(4) مروان بن حکم کے متعلق تعریفی کلمات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول تعریفی کلمات:

آنجناب لکھتے ہیں

امام شافعی جنگ جمل کے بعد حضرت مروان کے بارے میں خود حضرت علی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ

وهو مع ذالك سيد من شباب قريش (سير اعلام النبلاء، الجزء الثالث ص ۷۷)

وہ قریش کے نوجوانوں میں سے سردار تھے (سیدنا مروان بن الحکم صفحہ ۱۳۴)

آپ مروان بن حکم کے دیوانے بنیں مگر انصاف چاہیے جو روایت یا قول آپ کے حق میں جائے چاہے صحیح ثابت نہ ہو اُس کو لے لیتے ہیں اور جو خلاف جائے اُس پر روایتی و درایتی بحث فرمانے کی تکلیف کرتے ہیں، یہاں بھی تکلیف فرمائیے، اس اثر کا ماخذ ابن عساکر ہے،

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے امام شافعی رحمہ اللہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی تو امام شافعی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک اس روایت کی سند کیا ہے؟ پھر اس اثر کی سند کے کئی راوی مجہول ہیں، محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم سے روایت کرنے والے دوراوی ہیں، ایک راوی ابو بکر محمد بن یحییٰ بن آدم ہے، اس کے بارے میں مصری اور جوہری نسبت لکھی ہوئی ملتی ہے، لیکن یہ کون ہے؟ مجہول الحال شخص ہے، دوسرا راوی ابو علی احمد بن ابی الحسین الصفار مصری ہے، یہ بھی مجہول الحال ہے، پھر ان دونوں راویوں سے روایت کرنے والا ابو الحسین عبد الواحد بن الحسن بن علی الخطیب ہے، یہ بھی مجہول الحال ہے، (تاریخ دمشق لابن عساکر) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا صحیح سند سے ثبوت لازم ہے،

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے:

آپ لکھتے ہیں

امام ذہبی (م ۴۸۷ھ) رقم طراز ہیں کہ

وقال قبيصة بن جابر قلت لمعاوية من ترى للامر بعدك؟ فسمي رجالا. ثم قال واما القاري (لكتاب الله) الفقيه (في دين الله) الشديدي

حدود الله مروان (سير اعلام النبلاء، الجزء الثالث ص ۷۷، البداية و النهاية جلد ۸ ص ۲۵۷)

حضرت قبیصہ بن جابر نے کہا، میں نے حضرت معاویہ سے عرض کیا کہ اپنے بعد کس کو جانشین نامزد کرنے کا خیال ہے، تو انہوں نے چند آدمیوں کے نام لینے کے بعد حضرت

مروان کے متعلق فرمایا یہ کتاب اللہ کے قاری ہیں، اللہ کے دین کے فقیہ اور اللہ کی حدود قائم کرنے میں شدید ہیں، (سیدنا مروان صفحہ ۱۳۴)

اس کا راوی عبد الملک بن عمیر نخعی ثقہ ہے لیکن حافظہ خراب ہے، تدلیس بھی کرتا ہے (تقریب) امام احمد سے نقل ہے کہ باوجود قلیل الروایت ہونے کے حدیث میں بہت اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے، اس کی روایتیں پانچ سو بھی نہیں ہوں گی اور ان میں سے زیادہ میں غلطی کی ہے، امام احمد نے اُس کو بہت ضعیف کہا ہے (تہذیب التہذیب) اور ایک راوی جریر بن حازم بصری ثقہ ہیں لیکن جب حافظہ سے بیان کرتا ہے تو اوہام کا شکار ہو جاتا ہے (تقریب) امام احمد کہتے ہیں بکثرت غلطی کرتا ہے، ابن حبان کہتے ہیں غلطیاں کیا کرتا تھا کیوں کہ اکثر حافظہ سے بیان کرتا (جس سے غلطی ہوتی) ساجی کہتے ہیں کئی حدیثیں ایسی بیان کیں جن میں وہم کا شکار ہوا، از دی کہتے ہیں سچا ہے لیکن مصر میں کئی حدیثیں الٹ پلٹ بیان کیں، اور حدیث یاد رکھنے والا نہیں ہے (تہذیب التہذیب) تو یہ بھی ضعیف اثر ہے، صحیح ثابت نہیں،

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی رائے:

آپ نے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے

وقال عروہ بن زبیر کان مروان لا یتھم فی الحدیث (ہدی الساری، فتح الباری جلد ۱۲، ص ۴۴۳...)

حضرت عروہ بن زبیر نے (تمام تر اختلافات کے باوجود) کہا کہ حضرت مروان صحابہ کرام سے احادیث بیان کرنے میں متہم نہیں ہیں (سیدنا مروان صفحہ ۱۳۸)

یہ درست ہے کہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہاں حضرت عروہ رحمہ اللہ سے اُن کا یہ قول اِن الفاظ میں نقل کیا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ علامہ ابن حجر ناقل ہیں، ہمارے مطالعہ کے مطابق اُن سے نقل میں روایت بالمعنی کرتے ہوئے غلط مفہوم ادا ہو گیا ہے، کیوں کہ یہ الفاظ سند کے ساتھ کہیں منقول نہیں ملتے، صحیح الفاظ یوں نقل ہیں

عن ابیہ (عروہ) قال اخبرنی مروان بن الحکم قال فلا اخاله یتھم علینا الخ (التاریخ الکبیر للبخاری ۷/۳۶۸)

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ مجھے مروان نے خبر دی اور میں اُس کے متعلق یہ خیال نہیں کرتا کہ وہ ہمارے متعلق بات گھڑ لے گا، (آگے تفصیل ہے کہ) خبر یہ دی کہ کسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سخت تکسیر جاری ہوئی حتیٰ کہ وہ حج پر نہ جاسکے، تو اُس سال اُنہوں نے وصیت کی، تو ایک قریشی اُس کے پاس حاضر ہوا، اُس نے عرض کیا حضرت! آپ کوئی خلیفہ بنالیں، پوچھا کہ لوگ یہی کہتے ہیں؟ آدی نے کہا جی ہاں، تو حضرت عثمان نے پوچھا پھر کون ہو؟ وہ آدی خاموش رہا، پھر ایک اور آدی آیا (میرا خیال ہے کہ وہ مروان بن حکم ہی تھا) عرض کیا خلیفہ مقرر کر لیں، پوچھا لوگ کہتے ہیں؟ کہا جی ہاں، پوچھا کون ہو؟ وہ (مروان) خاموش ہو گئے، پھر پوچھا شاید لوگ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا کہتے ہیں؟ آدی نے بتایا جی ہاں، فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیشک وہ (زبیر) جتنا مجھے علم ہے لوگوں میں سے بہتر ہیں اور بیشک وہ رسول اللہ ﷺ کو بہت ہی محبوب تھے، اس پر تاریخ کبیر للبخاری کے محقق وحشی حاشیہ میں کہتے ہیں اور بجا کہتے ہیں

ومعنی هذه العبارة كما لا يخفى ان مروان لا یتھم بان یکذب فی فضیلة لآل الزبیر مع ما بینہم وبينہم من الشحناء منلقتل عثمان واتھم الزبیر بانه ممن الب علیہ، وفی ترجمة مروان من الاصابة ومقدمة الفتح ان عروہ قال (کان مروان لا یتھم فی الحدیث) وفی التهذیب (وقول عروہ بن الزبیر کان مروان لا یتھم فی الحدیث هو فی قصة ذکرها البخاری فی قصة نقلها عن مروان عن عثمان فی فضل الزبیر) اقول بین العبارتین بون شاسع كما لا يخفى والله المستعان،

جیسا کہ مخفی نہیں اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مروان پر یہ الزام نہیں لگ سکتا کہ وہ آل زبیر کی فضیلت بیان کرنے میں جھوٹ بولے گا باوجودیکہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت سے اِن میں دشمنی پیدا ہو گئی اور زبیر رضی اللہ عنہ پر تہمت لگا دی گئی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ابھارنے والوں میں سے ہیں، جب کہ اصابت اور فتح الباری کے مقدمہ میں ہے کہ حضرت عروہ نے یہ فرمایا کہ مروان حدیث میں متہم نہیں کیا جاسکتا، اور تہذیب میں ہے کہ مروان حدیث میں متہم نہیں کیا جاسکتا، اور یہ اُس قصہ کا حصہ ہے جو بخاری نے مروان سے عن عثمان حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ذکر کیا، میں کہتا ہوں (دیکھیں) دونوں عبارتوں میں بہت فرق ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عروہ رحمہ اللہ نے صرف اُس واقعہ سے متعلق فرمایا تھا جس میں راوی مروان ہے اور اُس روایت کا تعلق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے ہے، حضرت عروہ نے مروان سے منقول سب احادیث سے متعلق نہیں فرمایا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عروہ اور مروان میں یہ بحث چل پڑی کہ من ذکر سے وضوء لازم ہو جاتا ہے یا نہ؟ مروان نے کہا کہ وضوء لازم ہو جاتا ہے، حضرت عروہ نے انکار کیا، مروان نے کہا کہ مجھے حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ اُس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا

ویتوضأ من مس الذکر

من ذکر سے وضوء کیا جائے گا،

عروہ کہتے ہیں کہ میں مسلسل مروان سے تکرار کرتا رہا حتیٰ کہ مروان نے اپنے ایک چوکیدار کو بلا کر حضرت بسرہ سے حدیث کی تحقیق کروائی، تو بسرہ نے واقعی ویسی حدیث بیان کی جیسے مروان نے بیان کی (مسند احمد ج ۲۹۶/۲)

دیکھیے جب تک عروہ کے سامنے پوری تحقیق نہ آئی تب تک صرف مروان پر پورا اعتماد نہیں کیا، بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تسلی کے لئے حضرت عروہ نے خود بھی بسرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو اُنہوں نے تصدیق کی تب تسلی ہو گئی (ابن حبان ج ۱۱۱۴، علامہ عینی رحمہ اللہ نے بھی یہی بات اسی طرز پر لکھی ہے دیکھیں منتخب الافکار ج ۲/۸۴) بہر حال اس فرمان کے مفہوم کو نقل کرنے میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ سے غلطی ہو گئی ہے، ورنہ عروہ سے یہ لفظ کہیں نقل نہیں ہیں مروان لا یتھم فی الحدیث، ذہن میں رہے کہ مروان سے متعلق جرح و تعدیل کی بحث نہیں ہو رہی، صرف یہ کہا جا رہا ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے مروان سے متعلق جو ارشاد فرمایا اُس کے اصل لفظ

صفحہ ۱۷۲، وغیرہ) بحث اُن کے قول کی ہے اور فقط:



عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں

الآفاق وانتظم له الامر (البداية والنهاية ٨/٣٣٩)

جانہوں میں اُس کے لئے بیعت قائم ہو چکے اور اُن کے لئے حکومت کا انتظام ہو چکنے کے بعد مروان نے اُن سے جھگڑا کر دیا،

(البداية ٨/٢٣٨)

بجائے گا، آپ اس لڑکے کی بیعت نہ کرو،

بهذا الامر فرجع عن البيعة لابن الزبير (البداية ٨/٣٣٨)

جب کہ خود خفاک بھی ابن زبیر کی بیعت کا ارادہ کر رہے تھے، اور حمص میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اور قنسرین میں زفر بن عبد اللہ کلانی نے اور فلسطین میں نائل بن

قیس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے وہاں سے روح بن زباع جذامی کو نکال دیا تھا، لیکن عبید اللہ بن زیاد اور حصین بن نمیر (جیسے مشیر) مسلسل مروان بن حکم کے سامنے اسی کے حاکم بننے کو اچھا ظاہر کرتے رہے حتیٰ کہ (مروان جس نے ابن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور اُن کو خلیفہ مان لینے کا سوچ لیا تھا) ان لوگوں نے مروان کو اُس سوچ سے پھیر لیا اور ملک شام میں ابن زبیر کی حکومت و بادشاہی داخل ہونے سے احتیاط کا کہتے رہے اور مروان کو کہا کہ آپ قریش کے بڑے اور سردار ہو تو آپ حکومت کے زیادہ حقدار ہو، چنانچہ اس ترغیب کے نتیجہ میں مروان نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کی سوچ سے رجوع کر لیا،

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو جانے کے بعد مروان کے لئے حکومت حاصل کرنے کا جواز نہیں تھا، اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت تک عبدالملک بن مروان کی حکومت بھی درست نہیں تھی:

اوپر امام ابن کثیر کی عبارت میں آیا کہ

نازعه بعد ان اجتمعت الكلمة عليه، وقامت البيعة له في الآفاق وانتظم له الامر (البدایة والنهاية ۳۳۹/۸)

کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر بات متفق ہو جانے اور سب جانبوں میں اُس کے لئے بیعت قائم ہو چکنے اور اُن کے لئے حکومت کا انتظام ہو جانے کے بعد مروان نے اُن سے جھگڑا کر دیا،

خود آپ بھی مانتے ہیں کہ یزید کی وفات کے بعد صرف مکہ مکرمہ میں نہیں بلکہ اطراف میں بھی حضرت ابن زبیر کی خلافت تسلیم کر لی گئی تھی

”باقی اطراف میں جس نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت تسلیم کی ہے تو ایسا یزید کی وفات کے بعد ہی کیا ہے“ (سیدنا مروان صفحہ ۴۹۵)

جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور بیعت قائم ہو گئی تھی، اور اُس پر اتفاق ہو گیا تھا تو پھر مروان بن حکم کو اپنے لئے حکومت کی تحریک چلانے اور اپنے لئے بیعت لینے کا کیا جواز تھا؟

ایشیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ (۱۲۴۲ھ) فرماتے ہیں

والاصح كما قال الذهبي وغيره من اهل العلم ان مروان لا يعد في امراء المؤمنين بل باغ خارج على ابن الزبير ولا عهده على ابنه عبدالملك

صحيح وانما صحت خلافة عبدالملك حين قتل ابن الزبير (جواب اهل السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والزيدية صفحہ ۱۲۶)

جیسا کہ امام ذہبی اور دوسرے علماء فرماتے ہیں اصح یہ ہے کہ مروان امراء مؤمنین میں سے شمار نہیں کیا جاتا بلکہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں باغی اور خروج کرنے والا ہے، اور اس کا اپنے بعد بیٹے عبدالملک کو ولی عہد بنانا بھی صحیح نہیں تھا، ہاں عبدالملک کی خلافت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحیح ہے،

بعینہ یہی الفاظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) کے ہیں (تاریخ الخلفاء ۱۶۰) اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ عبدالملک بن مروان کے متعلق فرماتے ہیں

بويع بعهد من ابية في خلافة ابن الزبير فلم تصح خلافته وبقي متغلبا على مصر والشام ثم غلب على العراق وما والاها الى ان قتل ابن الزبير سنة

ثلاث وسبعين فصحت خلافته من يومئذ (تاريخ الخلفاء ۱۶۲/۱)

عبدالملک کے باپ مروان کی طرف سے عہد کے سبب عبدالملک کی بیعت خلافت ابن زبیر میں کی گئی اس لئے عبدالملک کی خلافت (اس وقت) صحیح نہیں ہوئی، اور وہ مصر و شام پر متغلب بن کر رہا، پھر عراق وغیرہ پر بھی غالب آ گیا یہاں تک کہ سنہ ۷۳ھ میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، تو اس دن سے عبدالملک کی خلافت صحیح ہو گئی،

علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی (م ۷۴۸ھ) رحمہ اللہ کے الفاظ اس طرح ہیں

فانه خارج على ابن الزبير باغ فلا يصح عهده الى ولديه وانما تصح امامة عبدالملك من يوم قتل ابن الزبير (تاريخ الاسلام ۹۶۸/۲)

مروان تو حضرت عبداللہ بن زبیر کے خلاف خروج کرنے والا اور باغی ہے، اس لئے اُس کا اپنے بیٹوں کو ولی عہد بنانا بھی صحیح نہ تھا، ہاں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عبدالملک کی حکومت صحیح ہے،

یہی بات علامہ عبدالقادر بن محمد نعیمی دمشقی رحمہ اللہ (م ۹۲۷ھ) نے فرمائی ہے (الدارس فی تاریخ المدارس ۱۱۹/۲) اور یہی بات علامہ صلاح الدین خلیل بن ابیک بن عبداللہ صفدی

رحمہ اللہ (م ۷۶۲ھ) نے فرمائی ہے (الوفاء بالوفیات ۳۳۳/۱۸)

علامہ ابوالحسن علی بن بسام ہشتربی (م ۵۴۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں

فابن حزم في رسالة في اسماء الخلفاء والولاة يعتقد امامة ابن الزبير ويقول في مروان ابن الحكم وهو اول من شق عصا المسلمين بلاثاويل

ولاشبهة وبايعه اهل الاردن وخرج على ابن الزبير (الذخيرة في محاسن اهل الجزيرة ١/ ٥٦٨)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ اپنے رسالہ میں جو اساء خلفاء وولات کے بارے میں ہے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی امامت کا عقیدہ ظاہر کرتے ہیں اور مروان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے بلا شک وشبہ مسلمانوں کی لاشی توڑ دی اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور اردن والوں نے اُس کی بیعت کی، علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (م ٤٥٦ھ) کے الفاظ اس طرح ہیں

ولایة عبدالله بن الزبير بمكة، بوبيع له بمكة سنة اربع وستين بعد ثلاثة اشهر منها، واجمع عليه المسلمون كلهم من افرقية الى خراسان حاشا شزيمة ابن الاعرابية بالاردن، فوجه اليهم رسوله مروان بن الحكم ليأخذ بيعتهم بعدان بايعة مروان بن الحكم فلما ورد عليهم خلع الطاعة وهو اول من شق عصا المسلمين بالحناويل ولاشبهة، وبايعه اهل الاردن وخرج على ابن الزبير، وقتل النعمان بن بشير اول مولود في الاسلام من الانصار صاحب رسول الله ﷺ بمحاص (جوامع السيرة لابن حزم ٣٥٩، رسائل ابن حزم ٢/ ١٢١)

مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت: اُن کی بیعت مکہ کرمہ میں سنہ ٦٢ھ کے تین ماہ گزرنے کے بعد ہوئی، اور اُس پر سوائے اردن کے ابن اعرابیہ کی تھوڑی سی جماعت کے سب مسلمانوں نے افریقہ سے خراسان تک اجماع کر لیا تھا، تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے مروان بن حکم کو اپنا قاصد بنا کر جب کہ مروان نے اُن کی بیعت کر لی تھی اُن کی طرف متوجہ فرمایا لیکن جب مروان اُن کے پاس پہنچا ابن زبیر کی بیعت طاعت توڑ دی، اور مروان وہ پہلا شخص ہے جس نے بغیر کسی تاویل وشبہ کے مسلمانوں کی لاشی توڑی (اتحاد میں رخنہ ڈالا) ہے، اور اردن کے لوگوں نے اُس کی بیعت کر لی، اور اس نے ابن زبیر کے خلاف خروج کیا، اور اسلام میں انصار کے پہلے پیدا ہونے والے بچے صحابی رسول حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو حص میں شہید کر دیا،

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی اس بات کو علامہ ابن الوزیر محمد بن ابراہیم بن علی الحسنی القاسمی (م ٨٣٠ھ) نے بھی لیا ہے (الروض الباسم ٢٤٢/١) اور علامہ عبدالحی بن احمد بن محمد عکری حنبلی رحمہ اللہ (م ١٠٨٩ھ) اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اسی بات کو لیا ہے (شذرات الذهب ٢٤٩/١) اور بالکل یہی بات علامہ محمد بن یوسف بن یعقوب یمنی (م ٤٣٢ھ) نے کی ہے (السلوک فی طبقات العلماء والملوک ١٤٦/١) علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م ٨٥٢ھ) فرماتے ہیں

كان متغلبا بعد ان اجتمع الناس على عبدالله بن الزبير (فتح الباری ١٣/ ٢١٢ تحت ح ٢٢٢) بعد اس کے کہ لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر اتفاق کر چکے تھے مروان بن حکم متغلب ہو گیا تھا،

آپ کا سوال خود آپ کے سر:

اگر جناب صاحب اہل مدینہ کے یزید کے خلاف کھڑے ہونے پر درج ذیل سوال اٹھا سکتے ہیں اور یزید کے خلاف کھڑے ہونے کو ناجائز بتا سکتے ہیں تو آپ کے نظریہ کے مخالفین کو آپ کے الفاظ میں ہی یہ سوال اٹھانے اور مروان و عبدالملک کے قیام کو بھی ناجائز بتانے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ (آپ کے الفاظ میں سوال درج ذیل ہے)

”موصوف جب اہل مدینہ کی طرف سے خلع بیعت اور نئے خلیفہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیعت تسلیم کر رہے ہیں، تو وہ اس اشکال کو بھی رفع فرما لیتے جو حسب ذیل احادیث سے پیدا ہوتا ہے،

1 عن ابن عباس رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ قال: من كره من اميرہ شيئاً فليصبر عليه فإنه ليس احلمن الناس يخرج من السلطان شبراً فمات عليه الامات ميتة جاهلية

2... انه سيكون هنات وهنات فمن اراد ان يفرق امر هذه الامة وهي جميع فاضربوه بالسيف كائن من كان

3 من اتاكم وامركم جميع على رجل واحد يريدهن يشرق عصاكم او يفرق جماعتكم فاقتلوه

4 اذا بولع للخليفتين فاقتلوا الآخر منهما

5 ستكون امراء فنعرفون وتنكرون فمن عرف فقد برئ ومن انكر سلم ولكن من رضى وتابع. قالوا افلا نقاتلهم؟ قال لا ماصلوا،

(صحيح مسلم الجلد الثاني ص ٢٨ تحت كتاب الامارة، تحت باب حكم من فرق امر المسلمين وهو مجتمع، باب اذا بولع لخليفتين، باب وجوب الانكار على الامراء في ما يخالف الشرع وترك قتالهم ماصلوا ونحو ذلك)

1: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے حاکم سے بری بات دیکھے وہ صبر کرے کیوں کہ جو کوئی اپنے سلطان سے بالشت بھر جدا ہوا پھر اس حال میں اُسے موت آجائے تو اُس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی،

2: عرفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قریب ہیں فتنے اور فساد، پھر جو کوئی چاہے اس امت کے اتفاق کو بگاڑنا تو اُسے تلوار سے قتل کر دو چاہے جو کوئی بھی ہو،

3: عرفہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سب ایک شخص پر مجتمع ہو اور وہ تم میں پھوٹ اور جدائی ڈالنا چاہے تو اُس کو قتل کر دو،

4: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو خلیفوں سے بیعت کی جائے تو جس سے اخیر میں بیعت ہوئی ہو اُس کو قتل کر دو (اس لئے کہ اُس کی خلافت پہلے خلیفہ کے ہوتے ہوئے باطل ہے)

5: ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریب ہے کہ تم پر امیر مقرر ہوں، تم اُن سے اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے کام بھی، پھر جو کوئی برے کام کو پیچھا نہ لے وہ بری ہو گیا، اور جس نے برے کام کو برا جانا وہ بھی بچ گیا (گودل سے ہی برا جان لے) لیکن جو راضی ہو اور برے کام سے اور اُس کی اُس کام میں پیروی کی (تو وہ تباہ ہوا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم ایسے امیروں سے قتال نہ کریں؟ فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں“ (سیدنا مروان بن الحکم صفحہ ۴۹۵، ۴۹۶) کیا یہ حدیثیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو جانے کے بعد مروان کے اپنی بیعت لینے اور خود خلیفہ بننے کی کوشش کے خلاف نہیں ہیں؟ کیا اُس کو مناسب نہ تھا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتا؟ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہونے کے بعد اُس کی حکومت اور اُس کی بیعت کس نص کے تحت مناسب اور جائز تھی؟ آپ کی یہ عبارت بظاہر یہ ظاہر کرتی ہے کہ زید اور مروان کے خلاف اٹھنے والے جو بھی تھے آپ کے نزدیک باغی تھے، اُن کی موت جاہلیت کی موت تھی، وہ بحکم شرعی واجب القتل تھے، استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ،

بہر حال یہی حرکت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف مروان بن حکم نے کی تو وہ بھی اس حکم کے تحت آتے ہیں، نہیں تو اُن کے اس حکم سے خارج ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جو وجہ مروان کو ان وعیدوں سے نکال سکے گی زید کے خلاف کھڑے ہونے والے اہل مدینہ و اہل مکہ وغیرہم کو بطریق اولیٰ نکال سکے گی،

البتہ درج بالا احادیث جن پر اہل مدینہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم نے عمل نہیں کیا اور زید کے خلاف کھڑے ہوئے تو اس بارے میں ان حضرات کے اقدام کی توجیہ کیا ہے؟ اہل علم فرماتے ہیں کہ جب کوئی حاکم حکومت کا اہل نہ ہو ایسے حاکم کی بیعت و طاعت چھوڑنے والے لوگ ان وعیدوں میں نہیں آتے، وہی لوگ ہی ان وعیدوں کا مصداق بن سکیں گے (جو اہلیت رکھنے والے) حاکم کے خلاف بلا وجہ کھڑے ہوں،

بہر حال مروان بن حکم کے بجائے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت بہتر تھی، اور مروان کو بلکہ اُن کے بیٹے عبدالملک کو بھی ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں بیعت لینے اور حکومت حاصل کرنے کا حق نہیں تھا،

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ تھے:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں

وبويع بالخلافة عند موت يزيد سنة اربع وستين وحكم على الحجاز واليمن ومصر والعراق وخراسان وبعض الشام ولم يستوثق له الامرو من ثم لم يعده بعض العلماء في امراء المؤمنين وعدّ دولته زمن فرقة فان مروان غلب على الشام ثم مصر... (سير اعلام النبلاء ۳/ ۳۶۳)

زید کی موت کے بعد سنہ ۶۴ھ کو حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیعت خلافت کی گئی، انہوں نے حجاز، یمن، مصر، عراق، خراسان اور ملک شام کے کچھ حصہ پر حکومت سنبھالی، لیکن اُس کی حکومت پوری مضبوط نہ ہو سکی جس کی وجہ سے بعض علماء نے اُن کو امراء مؤمنین میں سے شمار نہیں کیا، اور اُن کی حکومت کو افتراق کا زمانہ قرار دیا، کیوں کہ مروان نے شام اور پھر مصر پر غلبہ پالیا تھا،

اس عبارت سے بھی ظاہر ہوا کہ اول حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی، مگر پھر مروان اُن کے خلاف کھڑے ہوئے، اور اُن کی خلافت کے استحکام میں رکاوٹ بنے، ایسا نہیں کہ اول مروان کی بیعت کی گئی ہو پھر ابن زبیر نے اُن کی مخالفت کی ہو،

اور معلوم ہوا کہ علماء کی بڑی تعداد نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو امراء مؤمنین میں سے شمار کیا ہے، ہاں بعض نے (نہ کُل یا اکثر نے) اُن کو خلفاء میں شمار نہیں کیا، اور خلفاء میں شمار

نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ غیر شرعی خلیفہ تھے بلکہ اس وجہ سے کہ کل اسلامی خطوں پر اُن کو حکومت حاصل نہ ہو سکی، لیکن یہ عبارت بتاتی ہے کہ اکثر خطوں میں اُن کو حکومت حاصل ہو گئی تھی اس لئے اکثر کے مطیع ہونے کے سبب وہ خلیفہ برحق تھے،

ولم يتخلف عنه الا بعض الشام فكان هو الخليفة (کوثر المعانی الدراری فی کشف خبايا صحيح البخاری ۳/۲۴۹)
صرف بعض اہل شام ہی اُن کی بیعت سے پیچھے رہے اس لئے وہی ہی خلیفہ تھے (تو مروان کی حکومت درست نہ تھی)

عن مالک قال ابن الزبير كان افضل من مروان وكان اولیٰ بالامر من مروان ومن ابنه (الاستيعاب ۳/۹۱۰)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر مروان سے افضل تھے اور مروان اور اُس کے بیٹے عبدالملک سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے،

قال ابن بطلال وابن الزبير عند علماء اهل السنة اولیٰ بالخلافة من يزيد وعبدالملك لانه بويح لابن الزبير قبل هؤلاء وهو صاحب النبی ﷺ (التوشیح لشرح الجامع الصحيح لابن الملحق ۳/۵۱۴)

امام ابن بطلال کہتے ہیں علماء اہل سنت کے نزدیک ابن زبیر ویزید و عبدالملک (وغیرہ) کی بنسبت خلافت کے زیادہ حقدار تھے کیوں کہ ان لوگوں سے پہلے اُن کی بیعت کر لی گئی تھی اور وہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں،

وبقي ابن الزبير خليفة الى ان ولي عبدالملك بن مروان بعد ابيه (اسد الغابة ۳/۲۴۱)

(مروان کے بعد) عبدالملک بن مروان کے حاکم بننے تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے،

یہ تھی مروان بن حکم کی خلافت کی حقیقت، ان اکابر نے جو سمجھا ہماری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ زمانہ قریب ہونے کے سبب ان حضرات نے صحیح حقیقت سمجھی ہوگی، چودہ صدیوں والے آپ جیسے حضرات کو اس حقیقت کے سمجھنے میں غلطی لگی ہوگی، واللہ اعلم،

رہی یہ بات کہ بعض صحابہ (حضرت ابن عمر وغیرہم) رضی اللہ عنہم نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بجائے عبدالملک بن مروان کی بیعت کر لی تھی، کیوں؟ تو اُن کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ (گو اُن کے مقابلہ میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لینا بہتر تھا مگر) ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بجائے عبدالملک کی بیعت کرنے والے مجتہد تھے، اُن کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا حکم تھا، اور حضرت ابن زبیر اور اُن کی بیعت کرنے والے حضرات صحابہ بھی مجتہد تھے، اُن کو اپنے اجتہاد پر عمل کا حکم تھا، کسی نے اُس جانب کو ترجیح دی تو کسی نے اِس جانب کو، مگر ہمیں اوپر کی تصریحات بتاتی ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے والوں کا اجتہادی عمل ارجح واضح ہے، ظاہر ہے کہ مجتہد اجتہاد میں خطا کرے تو اجر پاتا ہے، صواب کو پہنچے تو اجر پاتا ہے، تو اُن دونوں جانبوں کے صحابہ نے اجر پایا، آپ عبدالملک کی بیعت کرنے والوں کو ترجیح دیں تو آپ جانیں آپ کا اجتہاد جانے، ہم تو آپ کی (اوپر سوال میں) بیان کی ہوئی حدیثوں اور اسلاف کی تصریحات کے مطابق مروان اور عبدالملک کی حکومت کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ترجیح نہیں دیتے کیوں کہ نہ مروان صحابی نہ عبدالملک، اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ تو صحابی ابن صحابی ہیں، ہم تابعی کے مقابلہ میں صحابی کو ترجیح دیتے ہیں کیوں کہ قائد و حاکم صحابی بنے یہ بہتر ہے تابعی کے قائد و حاکم بننے سے،

عن بريدة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اهل من اصحابي يموت بارض الابعث قائدوا نور الهم يوم القيامة (ترمذی ح ۳۸۶۵)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرا جو صحابی بھی کسی جگہ فوت ہوگا وہ قیامت کے دن اُس جگہ والوں کا قائد اور نور بن کر اٹھایا جائے گا،

یعنی چاہے اُس علاقے میں بڑے بڑے بزرگ اور تابعین ہوں صحابی کے مقابلہ میں وہ قائد بننے کے لائق نہیں صحابی ہی قائد بننے کے مستحق ہوں گے،

☆☆☆

(6) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روضہ مبارکہ میں تدفین اور مروان کی رکاوٹ:

اس بارے میں بھی متعدد روایات ہیں، مثلاً

روایت اول:

(1) علامہ جمال الدین مزنی اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ اور دیگر کئی محققین محدثین مؤرخین ذکر کرتے ہیں

وقال ابو عوانة عن حصين عن ابي حازم لما حضر الحسن قال للحسين ادفنوني عند ابي يعني النبی ﷺ الا ان تخافوا اللماء فان خفتم الدماء

فلا تهرقوا دماء ادفنوني عند مقابر المسلمين (تهذيب التهذيب ۲/۳۰۱) قال فلما قبض تسليح الحسين وجمع موالیه، فقال له ابو هريرة

انشدک اللہ وصیہ اخیک ، فان القوم لن يدعوک حتی یکون بینکم دماء ، قال فلم یزل به حتی رجع ، قال ثم دفنوه فی بقیع الغرقہ ، فقال ابوہریرۃ ارئیتم لوجیء بابن موسی لیدفن مع ابیہ فمنع اکانوا قد ظلموه ؟ قال فقالوا نعم ، قال فہذا ابن نبی اللہ قد جیء به لیدفن مع ابیہ (تہذیب الکمال ۶/۲۵۴)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ ابوہازم سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے میرے ابا یعنی نبی کریم ﷺ کے پاس دفن کرنا ، مگر یہ کہ قتل و غارت کا خطرہ ہو جائے ، تو اگر قتل و غارت کا خطرہ ہو تو میری وجہ سے خون نہ بہنے دینا ، مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ، تو جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ مسلح ہو گئے اور اپنے موالی جمع کر لئے ، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اپنے بھائی کی وصیت کا خیال کرو ، کیوں کہ لوگ تمہیں نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ تم میں خون ریزی ہو جائے گی ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسلسل انہیں سمجھاتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا ، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بقیع غرقہ میں دفن کیا ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا یہ بتاؤ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیٹے کو اُن کے باپ کے ساتھ دفن کے لئے لایا جاتا اور اُن کے ساتھ دفن ہونے سے روک دیا جاتا تو روکنے والے ظالم بننے ؟ لوگوں نے کہا واقعی ظالم بننے ، تو فرمایا یہ حضور ﷺ کے بیٹے ہیں حضور ﷺ کے ساتھ دفن کے لئے لائے گئے (تو انہیں روک دیا گیا تو روکنے والے بھی ظالم ہوئے)۔

یہ روایت امام ابن سعد نے اپنی سند سے بیان کی ہے ، اور اُن سے امام ابن عساکر نے بھی لی ہے ، اس سند کے راوی یحییٰ بن حماد ، ابوہریرہ ، حمین ، ابوہازم ہیں (الطبقات الکبریٰ ۱/۳۴۰ رقم ۲۹۹ ، تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۳/۲۸۸) یہ سب ثقہ راوی ہیں ، ان میں سے کوئی مجروح نہیں ہے ، یحییٰ بن حماد بن ابی زید شیبانی بصری ثقہ حافظ ہیں ابوہریرہ سے کثرت روایات لینے والے ہیں ، ابوہریرہ وضاح بن عبد اللہ یثکری واسطی ثقہ وثبت ہیں ، حمین بن عبد الرحمن سلمی ثقہ تابعی ہے ، اور ابوہازم سلمہ بن دینار الاعرج مولیٰ بنی لیث مدنی صحاح ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں ، کئی مؤرخین محدثین نے اس روایت پر اعتماد کرتے ہوئے ذکر کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی ہے ،

روایت دوم:

(۲) امام ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اخبرنا ابو سعد بن البغدادی انا ابو المظفر محمود بن جعفر بن محمد بن احمد بن جعفر المعدل اناعم ابی ابو عبد اللہ الحسن بن احمد بن جعفر الکوسج انا براہیم بن السندی بن علی انا الزبیر بن بکار بن عبد اللہ الزبیری حدثنی یحییٰ بن مقدم عن عمہ موسیٰ بن یعقوب بن عبد اللہ بن وہب بن زمعة حدثنی فائد مولیٰ عبادل ان عبید اللہ بن علی ابن ابی رافع اخبرہ ہو وغیرہ من مشیختہم ان حسن بن علی بن ابی طالب اصابہ بطن فلما عرف بنفسہ الموت ارسل الی عائشۃ زوج النبی ﷺ ان تأذن لہ ان یدفن مع النبی ﷺ فی بیتہا فقالت نعم بقی موضع قبر واحد قد كنت احب ان ادفن فیہ وانا وثرک بہ ، فلما سمعت بنو امیۃ ذالک لبسوا السلاح فاستلاموا بہا وکان الذین قام بذالک مروان بن الحکم فقال واللہ لا یدفن عثمان بن عفان بالبقیع ویدفن حسن مع رسول اللہ ﷺ.... (تاریخ دمشق ۱۳/۲۸۹ ، اتحاف الزائر و اطراف المقیم السائر لابن الیمین ابن عساکر (۲۸۶ھ) صفحہ ۸۹ طبع شركة دار الارقم بن ابی الارقم)

عبید اللہ بن علی بن ابی رافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیٹ میں تکلیف ہوئی جب موت قریب سمجھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنے گھر میں اُن کو دفن ہونے کی اجازت دیں ، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا ٹھیک ہے ، ایک قبر کی جگہ باقی ہے ، میری چاہت تھی کہ میں اُس میں دفن کی جاؤں لیکن اب آپ کو ترجیح دیتی ہوں ، جب بنو امیہ نے یہ خبر سنی ہتھیار پہن لئے ، اور حضور ﷺ کے حجرے پر تسلط جمالیا ، اور اس کی تحریک مروان بن حکم نے چلائی ، اور کہا اللہ کی قسم (ایسا نہیں ہو سکتا) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں دفن نہ ہو سکیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہوں (ایسا نہ ہوگا ، چنانچہ بالآخر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا)

اس کی سند میں عبید اللہ بن علی بن ابی رافع رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں ، اُن سے روایت کرنے والے فائد عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں لا باس یہ ، ثقہ ہے (تہذیب التہذیب) اور موسیٰ بن یعقوب بن عبد اللہ بن وہب بن زمعة سچا راوی ہے البتہ اس کا حافظہ کمزور ہے (تقریب) یحییٰ بن مقداد بن یعقوب رضی اللہ عنہ بنی یعقوب کے بھتیجے اور شاگرد ہیں ، محدث زبیر بن بکار زبیری کے استاد ہیں ، اور محدث زبیر بن بکار بن عبد اللہ بن مصعب ثقہ ہیں ، اُن کی کتاب ہے جمہورۃ نسب قریش ، افسوس ہے کہ اس کتاب کے بارہ جزء مفقود ہیں ، اور اندازہ یہ ہے کہ یہی روایت اُس کتاب کے اُن ابتدائی جزءوں میں موجود ہوگی جس کے بعد سند کے مزید راویوں کی چھان بین کی ذرا ضرورت نہ ہوگی ،

اور راوی ابراہیم بن السدی بن علی بن بہرام امام طبرانی، ابوالشیخ وغیرہم کے استاذ ہیں، امام ابوالشیخ ثقہ بتاتے ہیں، سنہ ۳۱۳ھ کو فوت ہوئے، اور راوی ابو عبد اللہ الحسین بن احمد بن جعفر الکوج کا ذکر تاریخ الاسلام للذہبی میں کیا گیا ہے، اس کو المعذل (عادل) قرار دیا جانے والا) کہا جاتا ہے (۱۴۹/۲۷) امام ابو نعیم اصفہانی کے استاد ہیں (تاریخ اصفہان ۱/ ۳۳۸) اور محمود بن جعفر بن محمد کوج سے متعلق اسماعیل بن محمد الحافظ فرماتے ہیں عادل پسندیدہ راوی ہے (تاریخ الاسلام ذہبی) سنہ ۴۷۳ھ میں وفات پائی (سیر اعلام النبلاء) اور ابوسعید بن البغدادی احمد بن محمد بن احمد بن الحسن بغدادی اصفہانی الحافظ ہیں، سنہ ۴۶۳ھ کو اصفہان میں پیدا ہوئے، محدثین نے ان کی تعریف میں بہت اونچے کلمات بولے ہیں (تاریخ الاسلام للذہبی ۵۳۰/۳۶ تا ۵۳۲) یہ روایت حسن درجے کی ہے،

اوپر ابوحازم رحمہ اللہ کی روایت میں تھا کہ کچھ لوگ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حجرہ نبوی میں دفن سے رکاوٹ بنے تھے، اس روایت میں وضاحت آگئی کہ رکاوٹ بننے والوں کے سر پرست مروان بن حکم تھے،

روایت سوم:

(3) امام بلاذری احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد (م ۲۷۹ھ) رحمہ اللہ اپنی سند سے عروہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ مجھے حضور ﷺ کی قبر کے پاس دفن کرنا، ہاں اگر اس میں شر کا خطرہ ہو تو میری والدہ کے پاس دفن کر دینا، حضرت حسن فوت ہو گئے تو جب اُن کو روضہ مبارکہ میں دفن کا ارادہ کیا مروان نے اس سے روک دیا اور کہا یہ حضور ﷺ کے ساتھ دفن نہیں ہوں گے، کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حش کو کب میں دفن ہوں اور حسن یہاں دفن ہو جائیں؟ (انسساب الاشراف للبلاذری ۶۰/۳)

اس روایت کے راوی (1) حفص بن عمر الدوری المقری ہیں، ابوحاتم نے اُس کو سچا کہا ہے، ابوی اہوازی کہتے ہیں تمام روایات میں ثقہ ہے (تاریخ الاسلام ذہبی) ابن حبان نے ثقافت میں ذکر کیا، مسلمہ بن قاسم نے کہا کہ ثقہ ہے، ابوعمر ودانی فرماتے ہیں ثقہ وثبت ہیں، ابوجعفر عقیلی فرماتے ہیں ثقہ وقابل اطمینان ہیں، ابن خلفون نے اُس کو ثقافت میں ذکر کیا (الترجم الساقط من کتاب الکمال تہذیب الکمال مغلطائی ۲۴۲/۱) (2) عباد بن عبد الملہ بصری صحاح ستہ کا راوی ہے، ثقہ ہے، ابن معین و یعقوب بن شبیبہ ثقہ کہتے ہیں (طبقات علماء الحدیث ۳۸۲/۱) ذہبی فرماتے ہیں الامام الصدوق ہے (تذکرۃ الحفاظ) بعض نے اُن پر جرح کی جو غیر مقبول ہے، (3) ہشام بن عروہ ثقہ ثبت ہے البتہ کبھی تدلیس کرتا ہے (تقریب)

ہشام بن عروہ رحمہ اللہ پر جرح اور جواب:

یحییٰ بن سعید قطان نے فرمایا کہ آخر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، امام ذہبی فرماتے ہیں یہ قول مردود ہے کیوں کہ وہ بعض اوقات وہم، سہو، نسیان میں مبتلا ہوئے ہیں، مگر اختلاط نہیں ہوا، اور ایسا کونسا بڑا امام ہے جو وہم سے سلامت رہا ہو؟ شعبہ، معمر، اوزاعی، مالک وغیرہم رحمہم اللہ بھی تو کبھی وہم میں مبتلا ہو جاتے تھے (سیر اعلام النبلاء ۳۶/۶) اور عبد الرحمن بن خراش نے کہا کہ مجھ تک یہ پہنچا ہے کہ امام مالک ہشام بن عروہ کی عراقی روایتوں کی وجہ سے اُس کو ناپسند کرتے تھے،

مگر امام مالک سے منقول یہ بات سند سے ثابت نہیں ہے ابن خراش کہہ رہے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی، کن راویوں سے پہنچی؟ اس کی تحقیق لازمی ہے، بغیر تحقیق ابن خراش کی بات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، خاص کر جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں ہشام کی بکثرت روایات لی ہیں، تو اگر اُس کو ناپسند کرتے تو روایات کیوں لیتے؟

پھر یہ عبد الرحمن بن یوسف بن خراش کون ہے؟ ابوزرعرہ جرجانی کہتے ہیں رافضی ہے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عیوب تلاش کرتا تھا (تاریخ بغداد ۲۸۰/۱) بلکہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عیوب پر اُس نے ایک کتاب (دو جز) لکھ ڈالی تھی جس پر حضرت ابوسعود احمد بن الفرات رازی اصفہانی نے نکیر کی تھی تو ابن خراش نے اُن کو قتل کی دھمکی دی تھی، جس پر حضرت ابوسعود نے فرمایا تھا کہ میری تو تمنا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت میں مارا جاؤں (مرآۃ الزمان ۳۹۹/۱۵) تشیع کے باب میں مضامین لکھتا تھا (الکامل لابن عدی ۵۱۸/۵) اور روافض کی طرح حدیث لائوٹ مائے کناہ صدقہ کو باطل ٹھہراتا تھا (میزان الاعتدال ۶۰۰/۲) علامہ ابن حجر لکھتے ہیں عبد الرحمن بن یوسف بن خراش غالی شیعوں میں سے ہے بلکہ رافضی کی طرف منسوب ہے (لسان المیران ۱۶/۱) متعدد محققین (دکتور محمد مہدی المسلمی، اشرف منصور عبد الرحمن، عصام عبد الہادی محمود، احمد عبد الرزاق عید، ایمن ابراہیم الزاملی، محمود خلیل) نے مل کر رجال حدیث سے متعلق امام دارقطنی کے اقوال کو جمع کر کے ایک مجموعہ تیار کیا ہے بنام ”موسوعة اقوال ابی الحسن الدارقطنی فی رجال الحدیث و عللہ“ اس میں رقم ۲۱۵۲ پر ابن خراش کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ”عبد الرحمن بن یوسف بن سعید بن خراش الشیعی الکافر“

اور ہشام سے متعلق یہ بھی ابن خراش نے ہی بتایا کہ ہشام اول بار کوفہ آئے تو حدیث یوں بیان کرتے حدثنی ابی قال سمعت عائشہ، اور دوسری بار آئے تو کہتے اخبرنی

ابی عن عائشة، اور تیسری بار آئے تو کہتے ابی عن عائشة، یعنی باپ سے مرسل بیان کرتے، تو یہ بھی ابن خراش کی نقل ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، دوسرے یہی مرض خود ابن خراش میں بھی تھا کہ وہ مراسلات کو موصولات بناتا تھا (میزان الاعتدال ۶۰۸/۲) اس لئے ابن خراش کی اس بات کو ذکر کر کے علامہ ذہبی فرماتے ہیں قلت الرجل حجة مطلقاً (سیر اعلام النبلاء ۳۵/۶) میں کہتا ہوں ہشام مطلقاً (یعنی ہر حال میں) حجت ہے، اس لئے سب محدثین نے جس طرح ہشام قال سمعت ابی عن عائشة یاخبرنی ابی عن عائشة کے الفاظ سے مروی ہشام کی روایات لی ہیں ایسے ہی ہشام عن ابیہ عن عائشة کے ساتھ مروی روایات بھی بلا تفریق لی ہیں، کتب مسانید میں مسند امام احمد، مسند اسحاق بن راہویہ، مسند بزار، مسند ابویعلیٰ، میں مرویات ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دیکھ لیں، اور سارے صحاح ستہ اور ان سے علاوہ دوسری حدیث کی کوئی سی کتاب اٹھالیں، کوئی بھی ہشام عن ابیہ عن عائشة کے الفاظ والی سند سے خالی نہیں ہے، ایسی روایات صحیح بخاری میں تقریباً ۸۹ تک ہیں، اور ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشة کے الفاظ سے موطا امام مالک میں تقریباً چھبیس روایات ہیں، اور صحیح بخاری میں تقریباً ۸۲ تک ہیں، تو جناب کو جو اس کی تدلیس وارسال سے روایات غلط ہونے کا ڈر لگ رہا ہے دنیا کا کوئی ایک محدث بھی آپ کا ہم خیال نہیں ہے، یہ حضرات ہشام کی تدلیس وارسال کو ذرا بھی مضرب نہیں سمجھ رہے ورنہ ان روایات سے بلا جھجکتائیں نہ بھر لیتے، بہر حال یہ جرح مردود ہے،

رہی یہ بات کہ اس کی احادیث عراقی پر نکیر کی گئی! تو یعقوب بن شبیبہ سے منقول یہ بات ذکر کر کے علامہ ذہبی اس کو بھی رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں قلت فی حدیث العراقرین عن ہشام اوہام تحتل کما وقع فی حدیثہم عن معمر اوہام (سیر اعلام النبلاء ۶/۲۶)

میں کہتا ہوں کہ عراقیوں کی ہشام سے مروی احادیث میں ایسے اوہام ہیں جو قابل برداشت ہیں جیسے عراقیوں کی معمر سے روایات میں (قابل برداشت) اوہام ہیں، ہشام سے متعلق بندہ کو اس تفصیل کی ضرورت اس لئے پڑی کہ ابن خراش وغیرہ کے ان اقوال کو اور اوہام کی روایتوں کو آنجناب قاضی صاحب نے لے کر اعتماد کیا ہے (عمر عائشہ رضی اللہ عنہا پر تحقیق نظر ص ۲۷۵)

(۴) اور ہشام عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں اور عروہ رحمہ اللہ مدینہ طیبہ کے سات بڑے فقہاء میں سے ہیں، تو یہ روایت بھی اگر اونچے درجہ کی صحیح نہ مانی جائے تو بھی اس کے حسن ہونے میں شک نہیں ہے،

اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور ﷺ کے ساتھ دفن کرنا، اور یہ کہ روضہ مبارکہ میں اُن کے دفن ہونے سے مروان رکاوٹ بنائے،

روایت چہارم:

(۴) امام عمر بن شہر بن نمیر (م ۲۶۲ھ) فرماتے ہیں مجھے میرے والد (شہر) نے بیان کیا وہ کہتے ہیں مجھے نوفل بن الفرث نے بیان کیا کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو درخواست کی ہے کہ جب میں وفات پا جاؤں مجھے اپنے گھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دیں (تو انہوں نے اجازت تو دے دی ہے) معلوم نہیں شاید شرم میں اجازت دی ہو، تو جب میں وفات پا لوں اُن کے پاس حاضر ہو کر اس کی درخواست کرنا، اگر خوشی دل سے اجازت دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا، پھر اگر وہ اجازت دیں تو معلوم نہیں شاید جب آپ اس کا ارادہ کریں تو لوگ رکاوٹ بن جائیں جیسے ہمارے لوگ گھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفن کے لئے رکاوٹ بنے تھے، تو اگر رکاوٹ بنیں تو اس معاملہ میں اُن سے جھگڑنا نہ مجھے بقیع غرقہ میں دفن کر دینا کہ اس میں مدفون لوگوں میں میرے لئے نمونہ ہے، تو جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ ام المؤمنین کے پاس حاضر ہوئے، انہوں نے فرما دیا جی ہاں عزت واکرام کے ساتھ دفن کئے جائیں، یہ خبر مروان تک پہنچی تو وہ رکاوٹ بنا (تاریخ المدینہ لابن شہر ۱۱۰/۱)

اس کے راوی عمر بن شہر رحمہ اللہ (م ۲۶۲ھ) الحافظ الثقة العلامة صاحب تصانیف ہیں (طبقات علماء الحدیث ۱۹۲/۲ رقم ۵۰۲)، محدثین نے اس کی خوب تعریف کی ہے، (سیر اعلام النبلاء) اُن کے والد شہر بن عبیدہ بھی ثقہ ہیں ابن حبان نے اُن کو ثقافت میں ذکر کیا ہے (الثقات رقم ۱۳۶۲۸)، اور نوفل بن الفرث عقلی بصری بھی ثقافت میں ذکر کئے گئے ہیں (الثقات لابن حبان رقم ۱۶۱۱۳) امام ذہبی نے لابس بہ کہا ہے (تاریخ الاسلام ۳۱۴/۹) البتہ روایت کا یہ حصہ مخدوش ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے یعنی ہمارے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گھر میں دفن ہونے نہ دیا (بقیع میں اُن کے دفن ہونے سے رکاوٹ ڈالی گئی تھی) یہاں جو فرمایا کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے (جنت البقیع میں) دفن سے رکاوٹ بنے ممکن ہے کہ اس کی توجیہ یہ ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بقیع میں جن لوگوں نے دفن نہ ہونے دیا وہ بظاہر اہل بیت کی محبت کے دعویدار تھے (گو حقیقت میں دعا باز تھے)، جس کے سبب کئی لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی قاتلین عثمان سے ہمدردی ہے اور وہ اس قتل میں اُن کے حامی ہیں اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضاحتی بیانات دینے پڑے تھے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بقیع میں دفن نہ کئے جانے کا الزام بھی ان حضرات

ان روایتوں کے علاوہ امام ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات میں اپنے استاذ امام محمد بن عمرو واقدی کی سندوں سے (۱) حسن بن محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ (۲) منذر بن جهم رحمہ اللہ (۳) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ وغیرہم کی روایات بھی ذکر کی ہیں جن میں ذکر کیا گیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے روضہ مبارکہ میں دفن کئے جانے کی وصیت فرمائی تھی، اور بعض لوگ مروان وغیرہ اس میں رکاوٹ بنے تھے، مگر چونکہ ان روایتوں کے راوی امام واقدی ہیں اس لئے وہ بطور شاہد ضرور دلیل بن سکتی ہیں گواصل دلیل کے طور پر پیش نہ کی جاسکیں امام محمد بن عمرو واقدی:

مگر بات یہ ہے کہ واقدی اتنا گلیا گذار نہیں ہے جتنا ظاہر کیا جاتا ہے، چنانچہ

(۱) محمد بن اسحاق صغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم اگر میرے نزدیک واقدی ثقہ نہ ہوتا میں اُس سے حدیث روایت نہ کرتا واقدی سے چار ائمہ نے حدیثیں بیان کی ہیں ابن ابی شیبہ، ابو عبیدہ، ابو عیثمہ اور ایک اور کا ذکر کیا (تہذیب الکمال) (۲) مصعب بن عبد اللہ فرماتے ہیں واقدی ثقہ وقابل اعتماد ہے (۳) معن بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے واقدی سے متعلق پوچھا جاتا ہے؟ میرے متعلق واقدی سے پوچھا جائے (۴) یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ واقدی ثقہ ہے (۵) ابو عبیدہ قاسم بن سلام کہتے ہیں واقدی ثقہ ہے (۶) ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ امام مالک وابن ابی ذئب کے مسائل واقدی سے زیادہ ثقہ راوی سے لئے جاسکتے ہیں تو اُس کی تصدیق نہ کی جائے، ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ واقدی اہل اسلام لوگوں میں سے امین ہے (۷) در اور دی کہتے ہیں واقدی تو امیر المؤمنین فی الحدیث ہے (۸) مجاہد بن موسیٰ کہتے ہیں کہ واقدی سے بڑھ کر حدیث کے کسی حافظ سے میں نے حدیث نہیں لکھی، (تاریخ الاسلام للذہبی ۱۳/۱۹۸۲۰۲۲) (۹) امام محمد بن سعد کہتے ہیں واقدی مغازی سیر اور فتوح و احکام اور لوگوں کے اخلاق سے متعلق (خوب) علم رکھنے والے تھے (تاریخ الاسلام للذہبی) (۱۰) محمد بن سلام بھی کہتے ہیں واقدی اپنے زمانے کا عالم تھا (سیر اعلام النبلاء) (۱۱) امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں (گو) اُس کے ضعف پر اجماع ہو گیا مگر اجماع کا دعویٰ درست نہیں، علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ، قواعد فی علوم الحدیث [لیکن] اُس کی سب سے عمدہ وہ روایات ہیں جو ابن سعد نے طبقات میں اُس سے لی ہیں کیوں کہ ابن سعد اُس کی روایتوں میں سے بعض کو منتخب کرتے تھے (تاریخ الاسلام ۱۴/۱۹۹) اور فرماتے ہیں مع ضعفه یکتب حدیثہ ویروی لانی لا اثمہم بالوضع (سیر اعلام النبلاء ۸/۱۶۵) باوجودیکہ ضعیف ہے اُس کی حدیث لکھی جائے اور روایت کی جائے کیوں کہ میں اُس کو وضع (گھڑنے) سے مہتمم نہیں سمجھتا، اور فرماتے ہیں والواقدی وان کان لانزاع فی ضعفه فهو صادق اللسان کبیر القدر اگرچہ واقدی کے ضعیف ہونے میں اختلاف نہیں لیکن وہ زبان کا سچا اور اونچے درجے کا آدمی ہے، (سیر اعلام النبلاء ۷/۱۴۲، ترجمہ ابن ابی ذئب)

(۱۲) محمد بن صالح کہتے ہیں کہ جس عورت نے خیبر میں نبی کریم ﷺ کو زہر دی تھی اُس کے متعلق امام مالک سے پوچھا گیا (کہ اُس کا کیا ہوا تھا؟) فرمایا مجھے اُس کا علم نہیں میں اہل علم سے اُس کے متعلق پوچھوں گا، پھر امام مالک رحمہ اللہ امام واقدی سے ملے اور اُن سے تحقیق کی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے جو علم ہے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اُس کو قتل کیا، بعد میں امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ میں نے اہل علم (امام واقدی) سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور ﷺ نے اُس کو قتل کیا تھا (تاریخ بغداد ۳/۲۱۷) (۱۳) ابو بکر صغانی نے واقدی کی احادیث کو حسن بتایا (تاریخ بغداد ۳/۲۱۸) (۱۴) مسیعی سے پوچھا گیا تو فرمایا واقدی ثقہ وقابل الطمینان ہے (۱۵) ابو یحییٰ ازہری (یا زہری) سے پوچھا گیا تو فرمایا ثقہ وقابل الطمینان ہے، (تاریخ بغداد ۳/۲۲۰)

(۱۶) علامہ شہاب الدین یاقوت بن عبد اللہ حموی (م ۶۲۶ھ) فرماتے ہیں واقدی کو محمد ثین کی ایک جماعت نے ضعیف ٹھہرایا جیسے یحییٰ بن معین، ابو حاتم، نسائی، ابن عدی، ابن راہویہ، دارقطنی، امافی اخبار الناس والسیرو الفقہ وسائر الفنون فهو ثقہ باجماع (معجم الادباء ۶/۲۵۹۶) لیکن لوگوں کی خبروں اور سیر وفقہ اور سب فنون میں تو واقدی بالاجماع ثقہ ہے، (۱۷) عباس العنبری کہتے ہیں واقدی مجھے عبدالرزاق سے زیادہ پسند ہے (عیون الاثر ۱/۲۴) (۱۸) امام ابن کثیر کہتے ہیں واقدی کے پاس بہترین زائد روایات اور زیادہ تر لکھی ہوئی تاریخی باتیں ہیں، وہ اس شان کے بڑے ائمہ میں سے ہے، وہ صدوق فی نفسہ مکثار اور وہ اپنی ذات میں سچا ہے بکثرت روایات رکھنے والا ہے (البدایہ ۳/۲۳۴، ۲۳۵) (۱۹) احمد بن عبد اللہ بن صالح کوئی فرماتے ہیں میں نے واقدی سے بکثرت لکھا ہے اور وہ ثقہ ہے، میں نے اُس سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا، (جمہرة تراجم الفقہاء المالکیہ ۳/۱۱۵۹)

(۲۰) علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

فان الصحیح فی الواقدی التوثیق قال الشیخ تقی الدین بن دقیق العیدفی الامام جمع شیخنا ابو الفتح الحافظ فی اول کتابہ المغازی والسیرا قال من ضعفه ومن وثقه ورجح توثیقه وذكر الاجوبة عما قبل (قواعد فی علوم الحدیث ملحقہ مع اعلاء السنن جلد ۸ صفحہ ۲۵۰ ط دار الفکر) واقدی سے متعلق صحیح توثیق (اُس کو ثقہ قرار دینا) ہے، شیخ تقی الدین ابن دقیق العید فرماتے ہیں ہمارے استاذ ابو الفتح ابن سید الناس نے اپنی مغازی و سیر کی کتاب (عیون الاثر)

میں ضعیف قرار دینے والوں اور ثقہ قرار دینے والوں دونوں کے اقوال ذکر کئے اور واقدی کی توثیق (ثقہ ماننے) کو ترجیح دی ہے اور جو اُس پر اعتراض کئے گئے اُن کے جوابات ذکر کئے ہیں،

صرف فہرست ابن الندیم میں واقدی کا تشیع ذکر کیا گیا ہے، جب کہ علماء اہل سنت میں سے کسی نے اُس پر تشیع کا الزام نہیں لگایا؟

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جو نقل کیا گیا کہ واقدی احادیث میں تبدیلیاں کرتا ہے، تو اُس کے متعلق ابراہیم حربی فرماتے ہیں مراد اُس سے یہ ہے کہ ایک حدیث جس کا متن ایک ہوتا ہے اور اُس کی سندیں متعدد راویوں سے ہوتی ہیں تو امام واقدی اُن متعدد سندوں کو اس طرح اکٹھا کرتے ہیں کہ مجھے فلاں وفلاں وفلاں نے حدیث بیان کی پھر اُن کا بیان کردہ وہی ایک متن ذکر کر دیتے ہیں، اور یہ کام تو صرف واقدی نہیں کرتے بلکہ حماد بن سلمہ، ابن شہاب زہری، اور محمد بن اسحاق وغیرہم بھی کرتے ہیں اور اس میں حرج نہیں ہے (تاریخ دمشق لابن عساکر وغیرہ)

بہر حال واقدی سے متعلق تصویر کا یہ رخ بھی ہے، جس سے کم از کم اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ علامہ واقدی بالکل گیا گذر نہیں ہے، اگر ضعیف بھی ہو جیسا کہ کئی محدثین فرماتے ہیں تو بھی اُس کی روایات ضعیف ہی ہوں گی، محض واقدی کی وجہ سے من گھڑت نہیں کہی جاسکتیں، اور ضعیف روایتوں کی تائید صحیح روایات سے ہو تو اُن ضعیف روایتوں کا مضمون بھی صحیح ٹھہرے گا،

حاصل کلام:

ایسی متعدد روایتوں کے سبب بہت سے محققین مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ساتھ دفن کئے جانے کی وصیت کی تھی، حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے اجازت لے لی تھی، اور فرمایا تھا کہ اگر روضہ مبارکہ میں دفن ہونے سے لوگ رکاوٹ بن جائیں تو مجھے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا، تو جب رکاوٹ پیش آئی تو انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا، بعض کے نام اور حوالے درج ذیل ہیں

- (1) امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع ہاشمی بغدادی (م ۲۳۰ھ) [الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۳/۳۴۰] (2) امام محمد بن حبان بن احمد بن حبان خنسی (م ۳۵۴ھ) [الثقات ۳/۶۷۷]
- (3) علامہ ابن عبد البر مالکی (م ۴۶۳ھ) [الاستیعاب ۳/۳۸۳] (4) امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر (م ۵۷۱ھ) [تاریخ دمشق ۱۳/۲۸۸، ۲۸۹، ۲۸۸] (5) امام علی بن ابی الکرم محمد بن محمد ابن اثیر (م ۶۳۰ھ) [الکامل فی التاریخ لابن اثیر ۳/۵۸، اسد الغابۃ ۲/۱۳۶] (6) امام ابو المظفر یوسف، سبط ابن الجوزی (م ۶۵۴ھ) [مرآۃ الزمان فی تاریخ الایمان ۷/۱۲۷] (7) امام ابن خلکان احمد بن محمد بن ابراہیم برکی (م ۶۸۱ھ) [وفیات الایمان ۲/۶۷] (8) علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (م ۷۴۸ھ) [تاریخ الاسلام ۴/۴۰۶، سیر اعلام النبلاء ۳/۲۷۵] (9) امام ابن کثیر اسماعیل بن عمر (م ۷۷۷ھ) [البدایہ والنہایہ ۸/۴۴۲] (10) امام یوسف بن عبد الرحمن بن یوسف ابو الحجاج الموری (م ۷۴۲ھ) [تہذیب الکمال ۶/۲۵۴] (11) علامہ علاؤ الدین مغطائی بن قلیج بن عبد اللہ الکجری الحنفی (م ۷۶۲ھ) [الترجم الساقطہ من کتاب اکمال تہذیب الکمال ۱/۹۶۱] (12) علامہ صلاح الدین ظہیر بن ابیک بن عبد اللہ صفدی (م ۷۶۳ھ) [الوفا بالوفیات ۱۲/۶۸۱] (13) علامہ ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۴ھ) [تہذیب التہذیب ۲/۳۰۰] (14) علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی (م ۹۰۲ھ) [التحفة اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ ۲/۲۸۲] (15) علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی (م ۹۱۱ھ) [تاریخ الخلفاء ۳/۱۴۴] (16) علامہ مصطفیٰ بن عبد اللہ قسطنطینی حاجی خلیفہ کتاب حلی (م ۱۰۶۷ھ) [سلم الوصول الی طبقات الفحول ۲/۳۱۲] (17) عبد الملک بن حسین بن عبد الملک لعصاوی (م ۱۱۱۱ھ) [سمط النجوم العوالی فی انباء الاولئ والتوالی ۳/۱۰۳] (18) علامہ علی بن عبد اللہ سمودی (م ۹۱۱ھ) [خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ ۲/۳۷۸]

ایک اشکال:

رہا یہ اشکال کہ مروان تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ اور تدفین کے انتظامات میں بھی شریک تھے، جنازے کے ساتھ روتے ہوئے جا رہے تھے تو جس کی طرف سے ہمدردی کا اتنا اظہار ہو وہ روضہ مبارکہ میں دفن سے کیسے رکاوٹ بن سکتے تھے؟ چنانچہ امام ابن سعد اپنی سند سے جویریہ بن اسماء سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے لوگوں نے اُس کا جنازہ نکالا تو مروان نے اُن کی چارپائی اٹھائی، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اُن کی چارپائی اٹھاتے ہو حالانکہ آپ انہیں غصے کے گھونٹ پلاتے رہتے تھے؟ مروان نے کہا میں یہ معاملہ ایسے شخص سے کرتا تھا جس کا علم (برداشت) پہاڑوں کے برابر ہوتا تھا (الطبقات الکبریٰ ۱/۵۴۲، رقم ۳۱۸)

جواب یہ ہے کہ یہ روایت امام ابن سعد علی بن محمد سے اور وہ جویریہ بن اسماء سے روایت کرتے ہیں، علی بن محمد بن عبد اللہ بن ابی سیف مدائنی ثقہ و مستند مؤرخ ہے، سنہ ۲۲۴ھ یا ۲۲۵ھ میں فوت ہوئے، اور راوی جویریہ بن اسماء بن عبید بصری بھی ثقہ ہے، سنہ ۱۷۳ھ میں فوت ہوئے، مگر چوں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سنہ ۴۹ھ یا سنہ ۵۰ھ میں فوت ہوئے، اور اُس وقت جویریہ بن اسماء پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لئے سند منقطع ہے اتنی روایات کے مقابلہ میں وزن نہیں رکھتی، اور اگر اس روایت کی کوئی حیثیت مان لی جائے تو ممکن

ہے کہ مروان کے دونوں عمل ہوں کہ روضہ مبارکہ میں دفن سے رکاوٹ بھی بنا اور جنازہ کی چارپائی بھی اٹھالی، اور یہ ایسے ہے جیسے کوئی کسی شخص کو اچھی طرح کئی مکے لگا دے اور پھر جس جگہ مارا ہو اُس کو ملنے لگے کہ اوہو آپ کو تکلیف ہوئی ہوگی، جیسے جناب عالی اکابرین کا احترام بھی کرتے ہیں اور ناقدین و گستاخانِ صحابہ کی فہرستیں تیار کرتے وقت اکابرین کو بھی گستاخان میں درج کرتے ہیں اور ماشاء اللہ اُن کے احترام میں بھی ذرا فرق نہیں آنے دیتے،

☆☆☆

